اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی مُحدِّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید
مئی ۲۰۱۷ء

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲۵	شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ / مئی ۲۰۱۷ء	شمارہ : ۵

سیّد محمود میاں مُدیر اعلٰی	**سیّد مسعود میاں** نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۶
حیاتِ مسلم	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۹
اسلام اور فریضہ تبلیغ	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ	۲۳
تبلیغِ دین	حجة الاسلام حضرت اِمام غزالیؒ	۲۷
وضو کے فضائل اور اُس کی برکات	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۳۴
جامعہ جدید میں تکمیل بخاری کے موقع پر بیان	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب چشتی	۳۸
نتائج سالانہ اِمتحان دورہ حدیث شریف		۴۷
فضیلت کی راتیں	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۱
روزہ کی رُوحانی، جسمانی اور اِجتماعی خصوصیات	حضرت مولانا محی الدین صاحبؒ	۵۷
اخبار الجامعہ		۶۳

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

> مدیر محترم حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم ان دنوں عمرہ کی ادائیگی کے لیے حجازِ مقدس کے سفر پر ہیں اِس لیے اِس ماہ کا اِداریہ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم نے تحریر فرمایا ہے۔ (ادارہ)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

تقریبًا ساڑھے آٹھ سو سال برصغیر پاک و ہند کے مختلف حصوں یا پورے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت رہی، یہ تو حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں کی حکومت مکمل طور پر اسلامی طرز پر تھی مگر اتنی بات طے ہے کہ مسلمان حکمرانوں کو اُس دور میں اسلامی احکام اپنی قوت و اختیار سے نافذ کرنے اور جاری کرنے کی پوری طاقت حاصل تھی اور تمام تر عدالتی فیصلے فقہ حنفی کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوتے تھے۔

مغلیہ سلطنت کے زوال اور انگریزی استعمار کے ہندوستان میں پنجے گاڑنے کے بعد اسلامی شان و شوکت، اسلامی تہذیب وتمدن اور شخصی آزادی سلب ہونے لگی تو آزادیِ وطن اور اسلامی تہذیب وتمدن اور شان و شوکت کو بحال کرنے کی چار مرتبہ منظّم جد و جہد کی گئی :

(۱) حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی زیرِ قیادت پہلی کوشش کی گئی جو اِن حضرات کی بالاکوٹ کے مقام پر شہادت (۲۴؍ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ/مئی ۱۸۳۱ء) پر ختم ہوئی۔

(۲) دوسری تحریک ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی ہے اس تحریک میں اکابر علماءِ دیوبند سیّد الطائفہ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ،حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت حافظ ضامن شہیدؒ بنفسِ نفیس شریک رہے ،بعض مخالفین کے پروپیگنڈہ کے باعث اسے ''غدر'' کہا جاتا ہے حالانکہ یہ تحریک ''تحریکِ آزادی'' تھی۔

(۳) تیسری تحریک علماءِ صادق پور کی زیرِ قیادت عرصہ دراز تک جاری رہی اور ۱۸۸۲ء کے مشہور مقدمہ انبالہ پر ختم ہوئی۔

(۴) چوتھی تحریک شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ قیادت تھی جو ''تحریکِ شیخ الہندؒ'' یا ''تحریکِ ریشمی رومال'' کے نام سے مشہور ہوئی ،اس تحریک نے ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہندؒ کی ہدایت کے بموجب مقامی حریت پسندوں کے بلاتفریقِ مذہب وملت اتحاد واشتراک کے ذریعہ سے ''حصولِ آزادیِ وطن کی جدو جہد'' کی شکل اختیار کر لی اور عدمِ تشدد کا راستہ اپناتے ہوئے سیاسی میدان میں انگریز سامراج سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

آج سے سو سال قبل ۲۸ رصفر المظفر ۱۳۳۸ھ/ ۲۲ر نومبر ۱۹۱۹ء دہلی میں ''خلافت کانفرنس'' منعقد ہوئی ،خلافت کانفرنس کے بعد پچیس علماء اکٹھے ہوئے اور ۳۰ر صفر المظفر ۱۳۳۸ھ/ ۲۴ر نومبر ۱۹۱۹ء کو ''جمعیۃ علماءِ ہند'' کا قیامِ عمل میں آیا ،مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے ،امرتسر میں ۲۸ر دسمبر ۱۹۱۹ء تا یکم جنوری ۱۹۲۰ء اس کا اجلاسِ عام منعقد ہوا۔

۸ر جون ۱۹۲۰ء کو حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کی قید سے رہا ہو کر واپس ہندوستان پہنچے تو حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ کی زیرِ صدارت جمعیۃ علماءِ ہند کے ایک اجلاس میں آپ سے صدارت قبول کرنے کی درخواست کی گئی جسے آپ نے قبول فرمایا ،چند ماہ بعد جمعیۃ علماءِ ہند کا دوسرا اجلاسِ عام ۱۹، ۲۰، ۲۱ر نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں حضرت شیخ الہندؒ کی زیرِ صدارت منعقد ہوا ،آپ جامعہ ملیہ علی گڑھ بھی تشریف لے گئے اور اپنے خطبہ صُدارت میں زرّیں ہدایات دیں جس کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ علماء کے قریب ہوا اور بہت ساری غلط فہمیاں دُور ہوئیں ،آپ نے مدرسوں اور حجروں میں بیٹھے ہوئے گوشہ نشین علماء کو عوام کی رہنمائی کے لیے باہر نکلنے کی ترغیب دی ، بد قسمتی سے ۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء کو حضرت

شیخ الہندؒ دہلی میں اس دارِفانی سے رحلت فرما گئے آپ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ علماءِ ہند کے صدر بنائے گئے ، ۱۹۳۹ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام صدارت کے لیے منتخب ہوا۔ ہر دو حضرات کے ساتھ علماء وعوام کی کثیر تعداد نے ساتھ دیا اور آزادی وطن کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی، اس کے لیے شب و روز ایک کر دیے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں پرائیوں کے ساتھ ساتھ اپنوں کے بھی ظلم و ستم سہے لیکن جمعیۃ علماء کا نظریہ منظّم انداز سے آگے بڑھاتے رہے اور زمینی حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے کامل دیانت داری اور پُرخلوص وفاداری سے ہر ہر قدم پر اور ہر ہر مشکل وقت میں فیصلے کیے جس پر تاریخ شاہد ہے عیاں راچہ بیاں !

تقسیمِ برصغیر اور قیامِ پاکستان کے حوالے سے علماء میں سیاسی اختلاف پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں ۲۶، ۲۷، ۲۸، اور ۲۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں بعض علماء کا اجلاس بلایا گیا اور وہاں ''جمعیۃ علماءِ اسلام'' کی بنیاد رکھی گئی اس موقع پر حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے تاہم انہیں اس جمعیۃ علماء کا صدر منتخب کیا گیا اور یہ جمعیۃ علماء ''قیامِ پاکستان'' کی تحریک میں عملاً شامل رہی، جمعیۃ علماء نے عوام میں بیداری پیدا کی اور مسلم لیگ کے ساتھ شانہ بشانہ ایک علیحدہ آزاد اسلامی وطن کے حصول کے لیے کوششیں تیز کر دیں جس کے نتیجہ میں وطنِ عزیز ''پاکستان'' حاصل ہوا۔

اس نوزائیدہ مملکت میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت اُمورِ مملکت چلائے جا رہے تھے لیکن اسلام کے نام پر قائم اس ملک میں اسلامی دستور کی ضرورت سب سے اہم کام تھا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس طرف توجہ فرمائی اور مولانا مناظر احسن گیلانیؒ (انڈیا)، ڈاکٹر حمید اللہؒ (پیرس) اور محترم عبدالوحید (حیدر آباد) کی رفاقت میں اسلامی دستور کے بنیادی اصول مرتب کیے اور ان اصول کو اسمبلی سے منظور کروانے کی جدو جہد میں مصروف رہے اور ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء کو یہ تاریخی تجویز ''قراردادِ مقاصد'' کے نام سے اسمبلی سے منظور کروالی، بعد اَزاں علماءِ کرام کی کوششوں سے ۱۹۵۱ء میں تمام معروف مکاتبِ فکر کے نمائندہ اکتیس علماءِ کرام پر مشتمل ایک وفد نے اسلامی دستور کے خاکہ کے

طور پر بائیس نکات کو متفقہ طور پر مرتب کر کے حکومتِ پاکستان کو پیش کیا پھر کچھ ہی عرصہ بعد ۱۹۵۳ء کی ''تحریکِ ختمِ نبوت'' چلی، اس تحریک میں ایک ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور دس ہزار سے زائد مسلمان قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے، تحریک کے خاتمہ کے بعد ملک کا سیاسی نقشہ بدل گیا، بزرگانِ دین گوشۂ عافیت میں چلے گئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوگئے اور وطنِ عزیز کی دینی قیادت دین دشمن عناصر کے ہاتھوں میں جانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے غیبی نظام کچھ یوں مہیا فرمایا جسے یادگارِ اسلاف مولانا محمد عبداللہ صاحب (بھکر) نے اس طرح محفوظ فرمایا، مولانا محمد عبداللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں :

> ''۱۹۵۵ء کے اَواخر یا ۱۹۵۶ء کے اَوائل کی بات ہے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب (خانقاہِ سراجیہ) نے حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ کو اچانک اُن کے وطن سے بلایا اور سیاست کے میدان میں کام کرنے کی ضرورت بیان فرمائی اور اِس کے لیے عملی شکل اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا، تقریبًا یہی دن تھے کہ حضرت مولانا سیّد امیر حسین شاہ صاحب گیلانی مدظلہم العالی بانی و مہتمم جامعہ مدنیہ اوکاڑہ ہندوستان گئے ہوئے تھے تین چار مہینے دیوبند میں رہے تھے حضرت مدنیؒ سے واپسی کے لیے رخصت ہونے لگے تو حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ وہاں علماء کا کیا حال ہے ؟ شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت ! علماء تحریک ۱۹۵۳ء میں پس گئے ہیں اُن میں اُٹھنے کی سکت نہیں رہی، حضرتؒ نے فرمایا :
>
> '' اُٹھیں گے نہیں تو ختم ہو جائیں گے اُنہیں کہو کہ اُٹھیں کام کریں ''
>
> ان دونوں بزرگوں کے اِس توارد اور فرمان کے نتیجے میں اکتوبر ۱۹۵۶ء میں ملتان میں علماء کنونشن ہوا، جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیمِ نو ہوئی، حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی امارت اور حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ کی نظامت میں کام کا آغاز ہوا۔'' (شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا مختصر تذکرہ ص ۹۱، ۹۲)

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزِ اوّل سے ہی پاکستان میں جمعیۃ کے صفِ اوّل کے اساسی اکابر میں سے ایک ہیں، آپ ایک جگہ جمعیۃ کی ''احیائی تاریخ'' کے بارے میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ

''حضرت مفتی صاحب کا تعلق اکابر جمعیۃ علماءِ ہند سے تھا وہ سب حضرات مذکورہ بالا اوصاف کے حامل تھے، قیامِ پاکستان کے بعد اِس جماعت سے تعلق رکھنے والے بزرگ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مغربی پاکستان کے قلب لاہور میں تشریف فرما تھے، مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانوی، مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی اسی جمعیۃ کے پرانے ارکان وعہدہ داران رہ چکے تھے، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے ان سب حضرات کو ملتان میں جمع کیا ان کے ساتھ پورے ملک کے چیدہ چیدہ علماء کو بھی مدعو کیا، اراکینِ جمعیۃ علماءِ اسلام (جن کے قائد علامہ شبیر احمد عثمانی رہ چکے تھے) کو بھی مدعو کیا، یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے میں خود بھی اس میں شریک تھا یہ اجلاس حاجی باران خاں کی زیرِ تکمیل کوٹھی میں ہوا، حضرت مولانا احمد علی صاحب کو امیر منتخب کیا گیا اور دیگر عہدہ داران کا بھی انتخاب ہوا، اجلاس میں شریک مولانا غلام غوث صاحب کو ناظم منتخب کیا گیا۔

یہ سب کارروائی مولانا مفتی محمود صاحب نے کی تھی جو وقت اور ضرورت کے عین مطابق تھی، کام کرنے والے سب علماء مجتمع ہو گئے اور جمعیۃ کا احیاء ہو گیا خداوندکریم نے مفتی صاحب کی اس کوشش کو بارآور فرمایا، علماء ان حضرات کی سرکردگی میں دینی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے، مفتی صاحب کی اپنی جماعت یہی تھی اور ہے اور انشاء اللہ رہے گی، یہ جماعت اُن کے ''باقیات الصالحات'' میں سے ہے اور اُن کے لیے صدقۂ جاریہ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔'' [۱]

[۱] بحوالہ ماہنامہ انوارِ مدینہ جولائی ۲۰۱۲ء ص ۱۷ و ۱۸

اس کے بعد تسلسل سے جمعیۃ علماءِ اسلام کے قائدین کی قیادت میں وطنِ عزیز میں دینِ اسلام کے تحفظ اور بقا کے حوالہ سے بے شمار خدمات انجام دی گئیں جن کا احاطہ ان چند سطور میں مشکل ہے بطورِ نمونہ مشتے از خروارے چند اُمور ملاحظہ فرمائیں :

(۱) ۲۹ر فروری ۱۹۵۶ء کو پاکستان کا پہلا آئین منظور ہوا جو ۲۳/ مارچ ۱۹۵۶ء کو نافذ ہوا، اس دستور کا جمعیۃ علماءِ اسلام نے تنقیدی جائزہ لیا، تنقیدات اور ترامیم مرتب کر کے حکومت کو پیش کیں۔

(۲) ۱۹۶۲ء میں صدر ایوب خان کے دورِ حکومت میں ''عائلی قوانین'' کے نام پر خلافِ اسلام قانون کی منظوری دی گئی تو جمعیۃ علماء کے ممبرانِ اسمبلی نے اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر جمعیۃ علماء کے بزرگوں نے صدائے حق بلند کی اور ان قوانین کو چیلنج کیا بالآخر جمعیۃ علماء کی کوششوں سے عائلی قوانین کی بعض شقوں میں ترمیم کی گئی۔

(۳) مئی ۱۹۷۰ء میں جمعیۃ علماءِ اسلام کی دعوت پر حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی زیر قیادت لاہور میں اُنیس دینی جماعتوں کا ''متحدہ دینی محاذ'' قائم ہوا، اس اتحاد کی وجہ سے کئی علماء دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں اسمبلی میں پہنچے۔

(۴) یکم مئی ۱۹۷۲ء کو حضرت مفتی محمود صاحبؒ اُس وقت صوبہ سرحد اور موجودہ خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ بنے، آپ نے اپنے وزارتِ علیا کے دور میں مرکزی حکومت کی جانب سے رُکاوٹوں کے باوجود تاریخی کارنامے انجام دیے مثلاً اپنے صوبہ میں شراب سودی لین دین اور جوئے پر مکمل پابندی، جہیز پر ایک حد کی تقرری، جمعہ کے دن سرکاری تعطیل، صوبہ سرحد کی سرکاری زبان اُردو، احترامِ رمضان میں تمام ہوٹلز بند، شلوار قمیض سرکاری لباس مقرر، کالجز اور یونیورسٹیز میں داخلہ کے لیے قرآنِ پاک کی لازمی تعلیم وغیرہ۔

(۵) ۱۹۷۳ء میں ایک نئے آئین کی تیاری شروع ہوئی تو جمعیۃ علماء کے قائدین نے اسلامی قوانین کے لیے آواز بلند کی اور آئین کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا، اس طرح پہلی بار اسلامی دفعات ملک کے آئین کا حصہ بنیں اور ۱۹۷۳ء کا یہ آئین اسلام کے سنہری اصولوں پر بنایا گیا اور جمعیۃ علماء کی کوششوں

سے متفقہ طور پر منظور کیا گیا، بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۵۶ء کے آئین سے لے کر ۱۹۷۳ء کے آئین کی منظوری تک کوئی بھی ایسی اسلامی شق نہیں ہے جو جمعیۃ علماءِ اسلام کی کوششوں کے بغیر آئین کا حصہ بنی ہو۔

(٦) ۱۰؍اپریل ۱۹۷۳ء کو یہ آئین اسمبلی سے منظور ہوا اور اس آئین نے ملک میں کسی بھی غیر اسلامی قانون یا شق کے راستے بند کر دیے، حقیقت تو یہ ہے کہ اس آئین نے مسئلہ ختمِ نبوت کے محاذ پر بھی قانونی بنیاد فراہم کی۔

(٧) مئی ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں تحریکِ ختمِ نبوت چلی تو اسمبلی میں مسئلہ ختمِ نبوت کے لیے آواز اُٹھانے والوں میں قائد جمعیۃ حضرت مفتی محمود صاحبؒ کا نام سرفہرست ہے، مفتی محمود صاحبؒ نے گیارہ دن لگاتار مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوتِ نبوت پر جرح کی اور مرزا ناصر کے استدلالات کے جوابات دیے بالآخر ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو مرزا قادیانی اور اُس کے پیروکاروں کو آئینِ پاکستان کی رُو سے غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

(٨) جولائی ۱۹۷۷ء میں جب ضیائی آمریت نے شب خون مارا تو اس کے بعد بحالیِ جمہوریت کے لیے اوّلاً مفتی محمود صاحبؒ اور آپ کے انتقال (۱۴؍اکتوبر ۱۹۸۰ء) کے بعد آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے آپ کے مشن پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بحالیِ جمہوریت کی جدوجہد کے تسلسل کو برقرار رکھا اور مارشل لاء کے خلاف اس تحریک میں وقتاً فوقتاً مختلف شہروں میں تقریباً ساڑھے چار سال قید و بند کی صعوبت برداشت کی۔

(٩) ضیائی آمریت کے دور میں ایم آر ڈی کی تشکیل بھی جمعیۃ علماءِ اسلام کا زریں کارنامہ ہے، یہ وہ دور ہے جس میں جمعیۃ علماء کا نام لینا اور اس سے وابستہ رہنا کارِ دُشوار تھا اس پُر آشوب دور میں بانی جامعہ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جمعیۃ علماءِ اسلام کا امیر منتخب کیا گیا آپ تا حیات اس منصب پر فائز رہے، اللہ جزائے خیر دے حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کو کہ اِس کڑے اور مشکل دور میں آپ نے جہاں جمعیۃ کی بے مثال قیادت کی وہیں آپ نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم کے سر پر دستِ شفقت رکھا، جمعیۃ علماءِ اسلام کا مرکزی دفتر جامعہ مدنیہ میں

بنوایا جو آج بھی قائم ہے، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مد ظلہم فرماتے ہیں :

''جب مولانا حامد میاں صاحبؒ کے پاس یہاں (جامعہ مدنیہ) حاضری دیتا تھا وہ مجھے فرماتے تھے کہ بھئی آپ کا مدرسہ یہ ہے آپ یہاں ٹھہرا کریں اور محمود بھائی [1] بھی مجھے بڑی معصومیت سے کہتے تھے کہ آپ یہاں رہا کریں، اُس وقت مجھے اس رشتہ اور اس تعلق کی گہرائی کا اندازہ نہیں تھا اور مجھے علم نہیں تھا کہ مولانا حامد میاںؒ مجھے جس مدرسہ کے بارے میں کہتے تھے یہ آپ کا گھر ہے یہ آپ کا مدرسہ ہے آپ یہاں رہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میرا مسکن بن جائے گا پوری جماعت کا مسکن بن جائے گا مرکز بن جائے گا۔'' [2]

مزید فرماتے ہیں :

''میں سمجھتا ہوں یہ وہ دن تھے جب جمعیۃ علماءِ اسلام کو بچانے کی ضرورت تھی اور جب ہمارے لیے کسی مدرسہ اور مسجد میں قدم رکھنا مشکل تھا تو حضرت مولاناؒ نے جامعہ مدنیہ کو جمعیۃ علماءِ اسلام کے لیے قدم گاہ بنایا۔'' [3]

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مد ظلہم کی سیاسی تربیت بھی کی اور ساتھ ساتھ آپ جماعتی اُمور پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اس حوالہ سے مولانا فضل الرحمٰن صاحب مد ظلہم فرماتے ہیں :

''لیکن کبھی کبھی ہم سوچتے تھے کہ حضرت تو گھر بیٹھنے والے آدمی ہیں اور ہم اپنے انداز سے کبھی بے باکی بھی کرتے تھے لیکن جب میں حاضر ہوتا تو جس انداز سے وہ میرا احساب کتاب لیتے تھے تنہائی میں تو وہ پھر مجھے معلوم ہے کہ کیا گزرتی تھی، ساتھی کہتے ہیں کہ وہ غصہ نہیں کرتے تھے مجھ سے پوچھو کہ وہ غصہ کرتے تھے اور کس طرح وہ گرفت کرتے تھے غلطیوں پر اور کس طرح وہ پھر نئی ہدایات دیتے تھے تو

---

[1] حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مد ظلہم [2] انوارِ مدینہ ج ۱۳ شمارہ ۹ ص ۲۷ [3] ایضاً ص ۲۷، ۲۸

یقیناً ایک شخص گھر بیٹھے بیٹھے بھی پوری جماعت کو چلا رہا تھا اور فیلڈ میں جو ساتھی کام کر رہے تھے جو متحرک ہوتے تھے اُن کو طلب کرنا اُن سے تمام رپورٹ لینا اُن کی کمزوریوں کی نشاندہی کرنا اُن پر سرزنش کرنا نئی ہدایات دینا، یہ طویل کئی سالوں پر محیط ایک سفر ہے جس کا میں ذاتی طور پر مشاہد ہوں میرے ہی مشاہدہ میں ہو سکتی ہیں وہ ساری باتیں۔''[۱]

بہرحال ضیائی مارشل لاء کے دور میں جمعیۃ علماءِ اسلام نے تحریک بحالیِ جمہوریت (ایم آر ڈی) کے دوران بے مثال جدوجہد جاری رکھی۔

(۱۰) ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں جمعیۃ علماءِ اسلام کو دو سو سات ارکانِ ایوان میں سے صرف آٹھ افراد کی سیاسی قوت حاصل تھی اور جمعیۃ علماءِ اسلام اپوزیشن میں شامل تھی، ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں جمعیۃ علماءِ اسلام چھ نشستوں پر کامیاب تھی، ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں جمعیۃ علماءِ اسلام کو چار نشستوں پر کامیابی حاصل تھی اس موقع پر نواز شریف صاحب کے سابقہ روّیوں بالخصوص سود کو تحفظ فراہم کرنے کی وجہ سے جمعیۃ علماءِ اسلام نے مسلم لیگ کو وزارتِ عظمیٰ کا ووٹ دینے سے انکار کر دیا اور پیپلز پارٹی کو بھی ووٹ نہیں دیا بلکہ وزارتِ عظمیٰ کا ووٹ کاسٹ ہی نہیں کیا، یہ ایک بہت بڑی تاریخی یادگار ہے۔ ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں بھی جمعیۃ علماءِ اسلام کے ارکان پارلیمنٹ میں پہنچے، ۱۹۹۹ء میں جنرل پرویز مشرف کے ہاتھوں مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے خاتمہ کے بعد ۲۰۰۱ء میں بلدیاتی انتخابات اور ۲۰۰۲ء میں عام انتخابات کے نتیجہ میں صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت بنی اُس صوبائی حکومت کے نمایاں ترین کاموں میں شریعت بل کی منظوری، ''حسبہ بل''، میٹرک تک مفت تعلیم کا انتظام، شراب پر مکمل پابندی، اُردو زبان کو سرکاری زبان قرار دینے کا نوٹیفکیشن، وی آئی پی کلچر کا خاتمہ، قیامِ امن کے لیے مؤثر اقدامات، خواتین کے لیے علیحدہ یونیورسٹی اور میڈیکل کالج کا قیام وغیرہ شامل ہیں۔ ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں جمعیۃ علماءِ اسلام واحد مذہبی جماعت کے طور پر پارلیمنٹ میں پہنچی۔

---

[۱] ماہنامہ انوارِ مدینہ ج ۱۳ شمارہ ۹ ص ۳۰

جمعیۃ علماء نے اسمبلی میں ناموسِ رسالت ﷺ کے قانون کو بیرونی اشاروں پر تبدیل کرنے کی کوشش کا مقابلہ کیا چنانچہ حکومتی ممبران کو اپنی اپنی قرار دادیں واپس لینی پڑیں، لاہور میں آئینِ شریعت کانفرنس کی کامیابی، دارالعلوم دیو بند کی ڈیڑھ سوسالہ خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے پشاور میں عالمی کانفرنس کا انعقاد، اسلام زندہ باد کانفرنس کا ملک بھر میں جال، پنجاب اسمبلی میں تحفظِ حقوقِ نسواں بل کے نام سے غیر شرعی بل کا تنقیدی جائزہ اور جرأت مندانہ اقدام کے باعث اس بل کا غیر مؤثر ہونا، قومی اسمبلی میں حلال فوڈ اتھارٹی بل کی منظوری، آئینِ پاکستان میں اسلامی دفعات کا تحفظ وغیرہ یہ تمام کارنامے جمعیۃ علماءِ اسلام نے انجام دیے، یہ ہے جمعیۃ علماءِ اسلام کی شاندار تاریخ اور تابناک ماضی۔

ان امور کے پیشِ نظر جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ نے فروری ۲۰۱۶ء میں فیصلہ کیا کہ چونکہ آئندہ سال ۱۴۳۸ھ میں جمعیۃ علماء کے قیام کو ہجری سال کے اعتبار سے سو سال مکمل ہو رہے ہیں اس لیے جمعیۃ علماء کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ''صد سالہ عالمی اجتماع'' منعقد کیا جائے چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق گزشتہ ماہ ۷، ۸، ۹ اپریل ۲۰۱۷ء کو اَضاخیل نوشہرہ میں یہ عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا، اس اجتماع میں ہندوستان سے دارالعلوم دیو بند کے مہتمم حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہم، جمعیۃ علماءِ ہند کے جنرل سیکرٹری حضرت مولانا سیّد محمود مدنی مدظلہم سمیت کئی مقتدر شخصیات نے شرکت کی نیز سعودی عرب کے وزیر مذہبی اُمور شیخ ڈاکٹر صالح عثمان، امامِ حرم شیخ صالح بن محمد بن ابراہیم آلِ طالب، بحرین کے وائس سپیکر عادل عبدالرحمٰن بطورِ خاص اس اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لائے، مزید کئی ممالک مثلاً بنگلہ دیش، ایران، نیپال، قطر، برطانیہ، امارات، جنوبی افریقہ اور ہانگ کانگ کے وفود نے بھی اس عالمی اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل کی، پاکستان میں اقلیتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے مسیحی برادری کے بشپ نذیر عالم نے شرکت کی اور خطاب کیا، پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما قومی اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر جناب سیّد خورشید شاہ اور سینٹ کے چیئر مین جناب رضا ربانی صاحب، مسلم لیگ (ن) کے رہنما محترم راجہ ظفر الحق صاحب، جماعتِ اسلامی کے سربراہ جناب سراج الحق صاحب نے اس عالمی اجتماع سے خطاب کیا۔

اس عظیم الشان اور پُر اثر اجتماع سے مندرجہ ذیل پیغامات دیے گئے :

(۱) باہمی رواداری، انسانیت کا احترام اور دین اسلام کی عالمگیریت کے حوالہ سے امن محبت اور اُخوت و بھائی چارہ اپنانے اور ان تمام اُمور کے فروغ دینے کی تعلیم پر زور دیا گیا۔

(۲) وطنِ عزیز پاکستان میں عسکریت کا کوئی جواز نہیں، ہر قسم کی جدو جہد پارلیمانی سیاسی اور آئینی ہی ہوگی، اس سے ماورا کسی قسم کی کوششوں اور جدو جہد سے جمعیۃ علماءِ اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے کہ میدانِ سیاست میں جمعیۃ علماءِ اسلام کی تاریخ پُر امن اور دستوری جدوجہد کی آئینہ دار ہے اس حوالے سے قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہم کے خطبہ صدارت کے ان الفاظ پر غور فرمایئے :

> ''پوری دنیا میں جہاں جہاں جمعیۃ علماء موجود ہے اُن کے وفود یہاں پہنچ چکے ہیں جو اِس بات کا پیغام دے رہے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ نے جو فلسفہ امن دیا تھا جو نظریہ دیا تھا اُس پر کام کرنے والے لوگ پوری دنیا میں موجود ہیں، پُر امن سیاسی جدو جہد صرف پاکستان میں موجود جمعیۃ کا منہج نہیں، ہر سطح پر پوری دنیا میں حضرت شیخ الہندؒ کے روحانی فرزند اسی راستہ پر رواں دواں ہیں۔''

(۳) ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی فساد سے تمام مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کی جائے اور اجتماعیت اور اپنی طاقت کو مناسب وقت کے لیے بچا کر رکھا جائے۔

(۴) وطنِ عزیز میں تیزی سے بدلتے ہوئے معروضی حالات کے پیشِ نظر اپنی صف بندی کی جائے اور ہر قسم کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کی جائے۔

(۵) پوری ملت اِسلامیہ کے اتحاد اور وحدتِ اُمت پر زور دیا گیا، اضطراب وانتشار سے دُور رہنے کی تلقین کی گئی اور ہر قسم کی فرقہ واریت اور عدمِ برداشت کی مذمت کی گئی۔

(۶) اسلام امن ومحبت، اعتدال اور برداشت کا دین ہے، دہشت گردی اور دہشت گردوں سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۷) دینی مدارس کے خلاف ملکی اور غیر ملکی سطح پر طاغوتی قوتوں کا پروپیگنڈہ بہت عام ہے اور بلا وجہ دین کی حفاظت کے اِن قلعوں کا عسکریت پسندی سے تعلق جوڑا جاتا ہے اس اجتماع سے دینی مدارس کے سراپا خیر ہونے اور دہشت گردی سے اِن کا کسی قسم کا تعلق نہ ہونے کا پہلو بھی اُجاگر کیا گیا اس حوالہ سے امامِ حرم شیخ صالح بن محمد بن ابراہیم کے بیان کے ان الفاظ پر غور فرمائیں :

''مدارس دنیا کے اندر جہاں پر بھی ہیں خیر وفلاح کے چشمے ہیں مدارس کے ساتھ دہشت گردی کو جوڑنا بالکل خلافِ حقیقت اور غلط بات ہے۔''

(۸) سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد ناقابلِ برداشت ہے اس کی بھرپور مذمت کی گئی۔

(۹) وطنِ عزیز میں قانونِ توہینِ رسالت کے حوالہ سے کوئی تبدیلی برداشت نہیں کی جائے گی۔

(۱۰) پاکستان کو سیکولر ریاست نہیں بنانے دیا جائے گا، پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے جن لوگوں کی خواہش ہے کہ اِلحاد و بے دینی کی بنیادوں پر اِس ملک کی سیاست کو بڑھایا جائے یہ اُن کی غلط فہمی ہے، انشاء اللہ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ہو کر رہے گا اس راہ میں آنے والی ہر رُکاوٹ کا سدباب کیا جائے گا۔

جمعیۃ علماءِ اسلام کے مرکزی امیر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہم اور جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان کے تمام رہنما اور کارکن عظیم مبارک باد کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عالمی اجتماع کے اثرات ظاہر فرمائے اور عالم اسلام کو ان اثرات سے بہرہ مند فرمائے اور تمام اُمتِ مسلمہ بالخصوص وطنِ عزیز پاکستان کی حفاظت فرمائے، آمین۔

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔ درسِ حدیث ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

یہود کی اِنتہا پسندیاں اور عدمِ برداشت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ یہودیوں نے جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی (جب وہ داخل ہوئے تو) کہنے لگے اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ . '' سَامْ '' موت کو کہتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ تم پر موت ہو اور خدا کی پھٹکار، آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا اے عائشہ باری تعالیٰ رفق اور نرمی والے ہیں اور ہر کام میں نرمی ہی پسند فرماتے ہیں (لٰہذا تم بھی نرمی ہی کرو، درشتی نہ کرو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا جناب نے نہیں سنا کہ اِنہوں نے کیا کہا ہے ؟ اِرشاد ہوا کہ میں نے (مختصراً) جواب دے دیا تھا کہ (وَعَلَیْکُمْ) اور تم پر ۔

جناب رسالت مآب ﷺ جب مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے اُن دنوں یہاں یہودی بکثرت آباد تھے، مدینہ منورہ میں یہودیوں کی خاصی تعداد رہائش پزیر تھی یہودیوں میں بہت سی خراب عادتیں تھیں اُن عاداتِ رذیلہ میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اَحکامِ اِلٰہی کو اپنی منشاء کے مطابق تبدیل کرلیا کرتے تھے، توراۃ جیسی مقدس کتاب میں تحریف کرنی اُن کا مشغلہ بن چکا تھا، یہ قبیح عادات اُن میں اس لیے پیدا ہوگئی تھیں کہ اُنہوں نے حق تعالیٰ کے پیغمبروں کی توہین کی تھی جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ نے اُن کی طبیعتوں کو مسخ کر دیا، اچھی اور بری بات میں تمیز کرنے کا مادّہ اُن سے سلب کرلیا گیا تھا

وہ نافع اور غیر نافع چیز میں فرق نہیں کر سکتے تھے اُن پر خدا کا غضب نازل ہوا تھا اور اُن پر جابر و ظالم حاکم مسلط کر دیے گئے تھے وہ محکوم و مغضوب چلے آ رہے تھے۔(اِس قسم کی) محکوم قوم میں اکثر گندی عادتیں اور مکروہ خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں، محکوم و غلام آدمی کو اپنا ضمیر ظاہر کرنے کا موقع نہیں ملتا وہ خوشامد اور چاپلوسی کرنے پر مجبور ہوتا ہے اس لیے محکوم اقوام میں اخلاقی کمزوریاں بکثرت پائی جاتی ہیں، سو یہودیوں میں اپنی کرتوتوں (توہینِ انبیاء وغیرہ) کے باعث تقریبًا ہر طرح کی خرابیاں موجود تھیں، یہ (مدینہ کے) یہودی بظاہر تو مسلمانوں کے ہمدرد بنے ہوئے تھے مگر در پردہ اُن کو مسلمانوں سے حسد تھا یہ مسلمانوں کی ترقی و خوشحالی سے غمگین ہوتے اور مسلمانوں پر کوئی تکلیف آتی تو یہ دل ہی دل میں بہت خوش ہوتے۔

بدتہذیب اور گستاخ :

جب آقائے نامدار ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ لوگ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے، یہ جب آپ کی خدمت میں آتے تو ''السلام علیکم'' کے بجائے ''السام علیکم'' کہتے، گویا ایک طرح کا دھوکہ دینا چاہتے تھے عام لوگوں کو پتہ بھی نہ چلتا کہ ''السلام'' کہہ رہے ہیں یا ''السام'' ''السلام علیکم'' کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہو اور ''السام علیکم'' کے معنی ہیں تمہیں موت آئے، معنی میں بالکل تضاد پایا جاتا ہے مگر یہ ظالم خدا کے رسول کے پاس آکر اِس طرح کے نازیبا الفاظ زبان پر لاتے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیکھ رہی تھیں کہ کچھ یہودی ملنے کے لیے داخل ہوئے، حسبِ عادت اُنہوں نے وہی ''سام'' کا لفظ کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو غصہ میں آ گئیں اور جواب میں فرمایا بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ یعنی بلکہ تم پر موت اور لعنت ہو۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کا یہ جواب سن کر فرمایا یَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ اے عائشہ ! حق تعالیٰ رفیق ہیں وہ خود بھی تمام معاملات میں نرمی کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں نرمی ہی کو پسند فرماتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ اِن یہودیوں کو نرمی سے جواب دینا چاہیے تھا) اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا آپ نے وہ نہیں سنا

جواُنہوں نے کہا ہے ؟ فرمایا کہ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ میں نے جواب میں کہہ دیا وَعَلَيْكُمْ (یعنی اور تم پر) (دُوسری روایت میں صرف عَلَيْكُمْ ہے)۔ [1]

آقائے دوعالم ﷺ چونکہ اخلاق کا مجسمہ تھے اس لیے آپ کو جواب میں سخت الفاظ استعمال کرنے بھی گوارا نہیں تھے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بتلایا کہ یہودیوں کو سلام کے جواب میں ''وعلیکم'' کہہ دیا کرو، اِس سے اُنہیں اُن کے الفاظ کا جواب بھی مل جائے گا اور سخت کلامی (سام وغیرہ کے استعمال) سے بھی بچے رہو گے۔

دُعا ہے کہ اخلاق میں اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کا صحیح تابعدار بنائے، آمین۔ اِختتامی دُعا..........

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۴ر فروری ۱۹۶۸ء)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

[1] مشکوۃ شریف کتاب الاداب رقم الحدیث ۴۶۳۸

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۴ قسط : ۵

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حیاتِ مسلم

پیدائش سے وفات تک سنن مستحبات، بدعات و مکروہات

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

بیمار، تیمارداری، مزاج پُرسی :

مسلمان اگر اللہ کا ہو کر رہے یعنی صرف نام کا مسلمان نہ ہو بلکہ صورت سے بھی مسلمان ہو اور سیرت سے بھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ پابندِ شریعت ہو اور احکامِ الٰہی کی تعمیل کو زندگی کا نصب العین بنا چکا ہو تو اُس کے لیے جس طرح راحت و آرام اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، بیماری اور تکلیف بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کیونکہ مسلمان کو کوئی بھی محنت اُٹھانی پڑتی ہے یا طبیعت خراب ہو جاتی ہے یا کسی بات کی فکر ہوتی ہے یا کسی بات پر افسوس ہوتا ہے یا کوئی اذیت پہنچتی ہے یا کوئی اُلجھن اور پریشانی پیش آتی ہے حتی کہ کوئی کانٹا یا پھانس لگ جاتی ہے تو اِن تمام باتوں میں اُس کی غلطیوں کا کفارہ ہوتا ہے۔[1]

[1] بخاری شریف کتاب المرضٰی رقم الحدیث ۵۶۴۱

اور اُس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے موسمِ خزاں میں درخت کے پتے۔ ۱

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کوئی درجہ بخشا چاہتا ہے اور اُس کے عمل اِس قابل نہیں ہوتے تو کسی تکلیف یا پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے اُس کو وہ راضی برضاءِ مولیٰ ہمت حوصلہ اور خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ اُس بلند درجہ پر فائز ہو جاتا ہے (جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے تجویز فرمایا ہے)۔ (ابوداؤد شریف)

اور کسی کا یہاں تک درجہ بڑھتا ہے اور گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے کہ یَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ مَا لَہٗ ذَنْبٌ ۲ زمین پر وہ اِس حالت میں چلتا ہے کہ کوئی گناہ اُس کا باقی نہیں رہتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ بیماری کے زمانہ کے لیے زمانہ صحت میں توشہ لے لو، اِس کی وضاحت یہ ہے کہ بیماری یا سفر کے باعث اپنے معمولات پر عمل نہیں کر سکا، مثلاً نماز میں جماعت کا پابند تھا یا تہجد کا یا مثلاً پیر اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھنے کا عادی تھا، بیماری یا سفر کے باعث وہ اپنا یہ معمول پورا نہیں کر سکا تو نامۂ اعمال میں یہ خانہ خالی نہیں رکھا جائے گا بلکہ عمل کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ ۳

دوا اور دُعا :

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ شِفَآءً ۴ ''نہیں نازل کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض مگر نازل کر دی اُس کے لیے شفاء'' چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بہت سے امراض کے علاج اور بہت سی دواؤں کی تاثیریں ارشاد فرمائی ہیں چنانچہ علماء کرام نے طبِ نبوی پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا اعتماد دوا سے زیادہ دُعا پر تھا کیونکہ جب دینے والا اللہ ہی ہے تو اصل چیز دُعا ہوگی، دوا محض ایک بہانہ اور دل کا بہلاوا ہوگا۔

عام طور پر آپ کی دُعا اپنے لیے بھی ہوتی تھی اور جب کسی کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جاتے تب بھی دُعا فرماتے تھے۔

---

۱ بخاری شریف کتاب المرضٰی رقم الحدیث ۵۶۴۷ ۲ مشکوۃ شریف کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۵۶۲ ۳ مشکوۃ شریف ۴ مشکوۃ شریف کتاب الطب رقم الحدیث ۵۶۷۸

اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُ کَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا. (بخاری شریف کتاب الطب رقم الحدیث ۵۷۵۰)

بیمار کو آپ ہدایت فرماتے کہ جہاں تکلیف ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھیں پھر تین دفعہ بسم اللہ پڑھیں اُس کے بعد سات مرتبہ یہ دُعا پڑھیں : اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ .[۱]

آنحضرت ﷺ رات کو سوتے وقت معوّذات یعنی ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ،قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ یہ تینوں سورتیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور بدن کے اگلے حصہ پر جہاں جہاں ہاتھ پہنچ سکتا ہاتھ پھیرتے تھے، طبیعت خراب ہوتی تب بھی آپ اسی طرح کرتے تھے۔[۲]

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض الوفات میں آنحضرت ﷺ کی کمزوری بڑھ گئی تو میں یہ تینوں سورتیں پڑھتی تھی اور اپنے ہاتھ کے بجائے آقائے دوجہاں ﷺ کے دستِ مبارک پر دم کر دیتی تھی اور حضور ﷺ ہی کے دستِ مبارک آپ کے جسمِ اطہر پر پھیرتی تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک میرے ہاتھوں سے کہیں زیادہ بابرکت تھے۔[۳]

مزاج پُرسی اور تیمارداری :

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارشاد ہے مسلمان کے حقوق جن کی ادائیگی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے پانچ ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مزاج پُرسی کے لیے جانا (۳) جنازہ کے ساتھ جانا (۴) دعوت منظور کرنا (۵) چھینک کا جواب دینا۔ (بخاری و مسلم)

☆ رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا : قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندے کو مخاطب کر کے فرمائے گا میں بیمار پڑا تو مزاج پوچھنے بھی نہیں آیا ! بندہ عرض کرے گا خداوندا تو رب العالمین ہے آپ کے ساتھ بیمار پُرسی کا کیا جوڑ ! تصور میں نہیں آسکتا کہ پروردگارِ عالم بیمار ہو اور کوئی بندہ اُن کو پوچھنے جائے، حضرتِ حق جل مجدہٗ کا ارشاد ہوگا میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اگر تو اُسے پوچھنے جاتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔

---

[۱] مسلم شریف کتاب السلام رقم : ۲۲۰۲ [۲] بخاری شریف کتاب الطب رقم : ۵۷۴۸

[۳] مسلم شریف کتاب السلام رقم الحدیث : ۲۱۹۲

☆ ارشاد ہوا ایک مسلمان جب مسلمان بھائی کی مزاج پُرسی کے لیے جاتا ہے تو جب تک وہ اُس کے پاس رہے وہ جنت کے باغیچہ میں ہے (مسلم شریف) جب جاتا ہے تو آسمان سے منادی ندا دیتا ہے

طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا . (ابن ماجه رقم الحديث ۱۴۴۳)

''تم مبارک، تمہارا چلنا مبارک، تم نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا۔''

مزاج پُرسی کے آداب : آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

(۱) جب بیمار یا میت کے پاس جاؤ تو اُس کے حق میں اچھی باتیں ہی کہو کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو فرشتے اُس پر آمین کہتے رہتے ہیں۔ (مسلم شریف ص ۳۰۰)

(۲) مریض کو اطمینان دلاؤ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ [1] کوئی خطرہ یا فکر کی بات نہیں ہے بیماری تو گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔

(۳) بہتر یہ ہے کہ وضو کر کے مزاج پُرسی کے لیے جاؤ۔

(۴) ثواب کی نیت رکھو۔

(۵) ہمدردی ظاہر کرو مثلاً نبض یا کلائی پر ہاتھ رکھ کر کیفیت معلوم کرو۔

(۶) اور یہ دعا پڑھو : اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُ كَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا.

(۷) مریض کے لیے بھی دعا کرو اللہ آپ کو جلد صحت بخشے اور خود اپنے لیے بھی دُعا کی درخواست کرو

(۸) زیادہ دیر نہ بیٹھو البتہ مریض اگر چاہے اور اُس کو آپ سے دلچسپی ہو تو مریض کی مرضی کے بموجب کچھ دیر بیٹھ بھی سکتے ہو۔

(۹) معمولی مرض میں ایک دو روز بعد مزاج پُرسی کے لیے جاؤ، روزانہ نہیں بلکہ ناغہ کر کے مزاج پُرسی کے لیے جاؤ، آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہی تھا۔ (شرح سفر السعادات ص ۲۵۰)

(جاری ہے)

---

[1] بخاری شریف کتاب المرضی رقم الحدیث ۵۶۶۲

سلسلہ نمبر۳ قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے انوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے مضامین شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرتؒ کے متوسلین و خدام سے التماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کے مضامین ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عنداللّٰہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

اسلام اور فریضہ تبلیغ

ہمدردی نوعِ انسان کا ہمہ گیر جذبہ

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ !

تبلیغ کی ضرورت :

دنیا کے تمام عقلاء کا اِس پر اتفاق ہے کہ ہر انسان کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ اگر کسی دوسرے کو کسی سخت نقصان سے دوچار ہوتا ہوا دیکھے تو اُس کی مدد کرے اور حتی الوسع اُس کی دستگیری کرتا ہوا مصائب و آفات کے پنجہ سے نجات دلوائے اسی بناء پر گڑھے اور کنوؤں میں گرنے والوں، درندوں اور زہریلے جانوروں کے شکار ہونے والوں، ظالم اور خونخوار حیوانوں کے پنجوں میں پھنسنے والوں، فاقہ اور افلاس و امراض میں مبتلا ہونے والوں وغیرہ وغیرہ کی مدد ہر قوم اور ہر مذہب میں ضروری خیال کی جاتی ہے جبکہ دنیاوی چند روزہ مصائب اور فنا ہونے والے جسم کو تکالیف سے بچانا انسانی فریضہ شمار کیا جاتا ہے تو اُخروی دائمی مصائب اور ہمیشہ باقی رہنے والی روح کو تکالیف سے بچانا کیا اس سے بدرجہا زائد لزوم والا فریضہ شمار نہیں کیا جائے گا اس لیے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی اُخروی زندگی اور رُوحانی امراض سے شفایابی کی طرف پوری توجہ کرے۔

دوسری وجہ :

جبکہ حسبِ تعلیماتِ اسلامیہ تمام افرادِ انسانی ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مقتضیاتِ طبعیہ اور صورت و سیرت میں سب ایک دوسرے سے مشابہ ہیں اس لیے جس طرح اپنے حقیقی بھائی کے ہم پر حقوق ہیں اور انہی کی بنا پر ہمارا طبعی اور عقلی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بھائی کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کریں اسی طرح ہمارا طبعی اور عقلی فرض ہوگا کہ اپنے ہر بھائی انسان کی ہمدردی کریں اور اُس کو آخرت کے عذاب سے نجات دلانے کی، اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی خوشنودی تک پہنچانے کی، نعمِ ابدی اور روحانی زندگی کے حاصل کرانے کی ہر ممکن کارروائی سے دریغ نہ کریں۔

تیسری وجہ :

اگر ہر ڈاکٹر ہر حکیم ہر وَید کا فرض ہے کہ کسی مبتلائے امراضِ جسمانی کو دیکھ کر اُس کا علاج کرے تو ہر حکیمِ روحانی کا فرض ہوگا کہ روحانی مریضوں کے علاج معالجہ میں کوتاہی نہ کرے مگر جس طرح جسمانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے جسمانی ڈاکٹروں اور حکیموں وغیرہ کے فرائض میں فرقِ مراتب ہوتا ہے اسی طرح روحانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے روحانی حکیموں کے فرائض میں فرق ہوگا، جو رُوحانی امراض روحانی زندگی کو فنا کرنے میں ویسا ہی مرتبہ رکھتے ہیں جو کہ طاعون، ہیضہ، سِل [1] وغیرہ جسمانی امراضِ مہلکہ جسمانی زندگی کے فنا کرنے میں رکھتے ہیں، ان کے دفع کرنے میں ان کا فریضہ نہایت ہی اَکید اور شدید ہو جائے گا اسی وجہ سے اسلام جو کہ حقیقی معنوں میں کامل اور مکمل مذہب ہے اس اعلیٰ درجہ کی عام ہمدردی کا بہت زور و شور سے مؤید ہے فرمایا جاتا ہے ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [2] ''چاہیے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت (ہمیشہ کے لیے) ہو جائے جو کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور عمدہ باتوں کا لوگوں کو حکم کرے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔''

---

[1] تپ دق، ٹی بی [2] سُورہ الِ عمران : ۱۰۴

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

﴿ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ (سُورہ اٰلِ عمران : ۱۱۰)

''تم لوگ (اُمتِ محمدیہ) اُن تمام اُمتوں میں بہتر ہو جو کہ لوگوں میں پیدا کی گئی ہیں کیونکہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس قسم کے احکام قرآن شریف میں متعدد مقامات میں ذکر فرمائے گئے ہیں، احادیث میں بھی اس پر نہایت پُر زور الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے کہیں فرماتے ہیں :

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ. [1]

''تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں ہوگا جب تک اپنے بھائی کے لیے ویسی چیز دوست نہ رکھے جیسی اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

کہیں علاماتِ ایمان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ '' آدمیوں سے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے دوستی رکھے'' یعنی یہ کہ وہ خدا کے مخلوق ہیں اور اس کے پیارے، اسی عام ہمدردی کی بنا پر فرمایا جاتا ہے : خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ [2] لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو کہ سب لوگوں کو نفع پہنچائے۔

حسبِ ارشاد سابق جبکہ خیریت کا مدار لوگوں کو نفع پہنچانے پر ہوا تو جس قدر نفع عظیم الشان ہوگا خیریت بھی ویسی ہی عظیم الشان ہوگی، پس عذابِ آخرت سے نجات دلانا، روحانی ابدی زندگانی حاصل کرانا، امراضِ روحانی کا دور کر دینا وغیرہ وغیرہ چونکہ نہایت اعلیٰ درجہ کے منافعے ہیں جن کے برابر کوئی شخصی یا قومی مادّی نفع نہیں ہوسکتا اس لیے جو شخص ایسے منافع کا متکفل ہوگا وہ سب ہی سے اعلیٰ اور افضل ہوگا یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام تمام افرادِ انسانی میں اعلیٰ اور اکمل ہوتے ہیں اُن کی نظر ہمیشہ

[1] بخاری شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۱۳ [2] کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۲۸

عموم پر ہوتی ہے خصوص سے وہ بالاتر ہوا کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات وہ اپنی ذات اور اعزا و اقارب کو بھی طرح طرح کی تکالیف میں عام خلائق کے نفع کے لیے مبتلا کر دیتے ہیں اور پھر پرواہ تک نہیں کرتے اور جس طرح وہ عموم کے منافع کے درپے ہوا کرتے ہیں اسی طرح وہ کم نفع دینے والی چیزوں اور بے قدر اُمور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے اُن کا نصب العین روحانی زندگی، روحانی شفا، اخلاقی تہذیب، آخرت کی بھلائیاں خداوندِ عالم کا قرب، اس کی خوشنودی، قومی ترقیات وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجے کے اُمور ہوتے ہیں۔

البتہ انبیاء علیہم السلام میں بھی عموم کے درجات متفاوت ہیں، کوئی نبی فقط اپنی قوم کا مصلح اور طبیب ہوتا ہے کوئی اپنے تمام ملک کا ہمدرد اور ریفارمر ہوتا ہے اور کوئی تمام عالمِ انسانی اور عام خلائق کا حکیم اور بہی خواہ بنایا جاتا ہے، جس پیغمبر میں یہ آخری درجہ عموم کا ہوگا اور جس کی نظر رافت و شفقت اس طرح عام فیض رساں ہوگی بلاشک وشبہ وہ تمام پیغمبروں میں اعلیٰ اور سب کا خاتم ہوگا اُس کے مرتبہ کو نہ کوئی پیغمبر پہنچ سکے گا اور نہ اُس کے حکم سے کسی کو روگردانی کی اجازت ہوگی وہ تمام پیغمبروں میں ایسا عہدہ رکھتا ہوگا جیسا تمام ملازمانِ شاہی میں صدر اعظم کا عہدہ ہوتا ہے جو کہ شاہی قلمرو پر اور تمام شعبہ ہائے حکومت پر حکمراں ہوتا ہے اسی لیے اُس کا زمانہ بھی تمام پیغمبروں کے زمانہ سے اسی طرح آخر میں ہوگا جیسے کہ اپیل صدر اعظم کے دربار میں سب سے آخر میں ہوتی ہے اور اس کے بعد اگر کوئی مرتبہ اپیل کا رہ جاتا ہے تو فقط شہنشاہ کی بارگاہ میں اپیل کا رہا کرتا ہے۔

عموم تبلیغ میں مسلمانوں کی خصوصیت :

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انسانی طبعی عقلی شرعی جملہ حیثیتوں سے ضروری ہے کہ عام خلائق کی بہبودی کا فکر کیا جائے اور پھر اُس بہبودی اور ہمدردی کو سب سے زیادہ پیش نظر رکھا جائے جو کہ نہایت گراں قدر ہو اور جس قدر ان دونوں امور میں اضافہ ہوگا اُسی قدر خیریت بڑھے گی اور اُسی قدر پروردگارِ عالم کے یہاں اس کے لیے انعام اور اجر کا استحقاق ہوگا اور یہ فریضہ مسلمانوں ہی کا سب سے بڑا فریضہ ہے کیونکہ جس طرح آخری گورنر اور وائسرائے کا حکم ماننا ضروری سمجھا جاتا ہے (باقی صفحہ ۶۴)

قسط : ۵

تبلیغِ دین

﴿ حجة الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمة اللہ علیہ ﴾

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہورہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجة الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمة اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمة اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (اِدارہ)

اعمالِ ظاہری کے دس اُصول

پانچویں اصل ...... تلاوتِ قرآن کا بیان

تلاوتِ کلام اللہ کی فضیلت :

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میری اُمت کے لیے سب سے بہتر عبادت کلام اللہ کی تلاوت ہے، حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ قرآن شریف کی تلاوت میں

مشغول ہو کر دعا نہیں مانگ سکا میں اُس کو بے مانگے اتنا دُوں گا کہ مانگنے والوں کو اتنا نہ دُوں گا۔

تلاوتِ کلام اللہ کے ظاہری آداب :

تلاوت قرآن شریف کے ظاہری آداب تین ہیں :

(۱) ادبِ اوّل :

تلاوت کرتے وقت دل میں بھی کلام اللہ کا احترام رکھے اور چونکہ ظاہر کو باطن تک اثر پہنچانے میں بہت دخل ہے اس لیے جب ظاہری صورت احترام کی پیدا کی جائے گی تو قلب میں بھی احترام پیدا ہو جائے گا اور ظاہری احترام کی صورت یہ ہے کہ وضو کر کے نہایت سکون کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کر کے دوزانوں اس طرح بیٹھو جیسے اُستاد کے سامنے ہیں اور تجوید کے موافق حروفِ قرآنیہ کو مخارج سے نکالو اور ایک حرف کو دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر میں سورہ اِنا انزلنا اور سورہ القارعہ یعنی چھوٹی سورتیں سوچ کر تلاوت کروں تو یہ اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ سورہ بقرہ اور آلِ عمران فرفر[1] پڑھ جاؤں۔

(۲) ادبِ دوم :

کبھی کبھی تلاوت کی فضیلت کے انتہائی درجہ کے حاصل کرنے کا شوق تم بھی کیا کرو کیونکہ تم آخرت کی تجارت کے لیے دنیا میں آئے ہو اس لیے جہاں تک ممکن ہو زیادہ نفع کمانے کی کوشش کرو، یوں تو تلاوت کلام اللہ سے کسی طرح بھی کیوں نہ ہو خواہ بیٹھے ہو لیٹے ہو باوضو ہو یا بے وضو اور خلوت میں ہو یا جلوت میں بہر حال نفع ہی نفع ہے مگر بڑا نفع اِس میں ہے کہ شب کے وقت مسجد میں بحالتِ نماز کلام اللہ پڑھو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر قرآن شریف پڑھے

---

[1] فرفر پڑھنے کی وجہ سے الفاظ بھی سمجھ نہ آئیں گے اور اِس کا بے ادبی ہونا ظاہر ہے، باقی اگر کوئی شخص معنی نہ سمجھے اور صرف الفاظِ قرآن ہی صحیح اور صاف ادا کرے تو یہ اجر و ثواب سے خالی نہیں۔

گا اُس کو ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں ملیں گی اور نماز میں بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنے والے کو پچاس نیکیاں اور نماز کے سوا دوسری حالت میں باوضو تلاوت کرنے والے کو پچیس نیکیاں اور بلاوضو پڑھنے والے کو دس نیکیاں ملیں گیں، اب تم خود ہی سوچو کہ سوداگر بن کر زیادہ نفع کی حرص کیوں نہ کی جائے۔

(۳) ادبِ سوم اور شبینہ کی کراہت کا راز :

تلاوت کی مقدار کا بھی لحاظ رکھو :

☆ ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ ہر مہینے میں ایک مرتبہ ختم کرو۔

☆ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تین دن میں ختم کرو کہ مہینہ بھر میں دس ختم ہوں۔

☆ متوسط درجہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ پورا قرآن ختم کر لیا کرو۔

تین دن سے کم میں کلام مجید ختم کرنا مکروہ ہے کیونکہ سمجھ نہ سکو گے اور بلا سمجھے پڑھنا گستاخی ہے یہ نہ سمجھو کہ جب تلاوت کلام اللہ نافع ہے تو جس قدر بھی تلاوت زیادہ ہوگی اُسی قدر ثواب زیادہ ہوگا یہ تمہارا قیاس غلط ہے اللہ کے بھید کا سمجھنا انبیاء علیہم السلام ہی کا کام ہے پس جب رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں کہ تین دن سے کم میں ختم مستحب نہیں ہے تو تم کو حضور ﷺ کا اِتباع لازم ہے اور اپنی رائے کو دخل دینا کم سمجھی اور جہالت ہے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ دوا بیمار کو نفع دیتی ہے لیکن اگر طبیب کی بتلائی مقدار سے زیادہ دو گے تو دیکھ لو یہ مریض مرے گا یا اچھا ہو جائے گا ؟ اسی طرح نماز حالانکہ عبادتوں میں اصل ہے مگر وہ طلوع و غروب اور استوائے آفتاب کے وقت ناجائز اور صبح و عصر کے فرضوں کے بعد مکروہ ہے[۱] جب مرض کی دوا میں جسمانی طبیب کی بات بے چون و چرا مان لی جاتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ روحانی علاج اور روحانی طبیب کی بتلائی ہوئی دوا میں اُس کی مقدار کا لحاظ نہ رکھا جائے اور اس کے بڑھانے میں عقل کو دخل دے کر سوال کیا جائے کہ تین دن سے کم میں ختم کرنا کیوں ناجائز ہے !

---

[۱] یعنی نفل اور سنت پڑھنا مکروہ ہے۔

تلاوتِ کلام اللہ کے باطنی آداب :

تلاوت قرآن شریف کے باطنی آداب پانچ ہیں :

اوّل : جس طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال دل میں ہے اِسی طرح اُس کے کلام کی بھی عظمت قلب میں ہونی چاہیے مثلاً جب تم اللہ کی گوناگوں مخلوقات یعنی عرش و کرسی ، لوح و قلم ، آسمان و زمین ، حیوان و اِنسان ، جنات و نباتات اور جمادات کے پیدا ہونے کا تصور کرو گے تو ضرور خیال ہوگا کہ اِس عالم کا پیدا کرنے والا وحدہٗ لاشریک نہایت زبردست اور ایسا مدبر ہے کہ اُس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں ہے تمام عالَم کی بقا اُسی کے فضل و کرم پر موقوف ہے ایسے شہنشاہِ عالیشان کے فرمان واجب الاذعان (جس کی تعمیل ضروری ہو) یعنی قرآن مجید کی کیا عظمت و وقعت ہونی چاہیے۔ یاد رکھو کہ جس طرح اُس کے الفاظ کو ہاتھ لگانے کے لیے طہارت اور وضو کی ضرورت ہے اِسی طرح اُس کے معنی کے دل میں لانے کے لیے قلب کی طہارت اور تمام اخلاقِ رذیلہ سے پاکی لازم ہے پس جو قلب باطنی گندگی اور نجاست میں آلودہ ہے وہ اِس محترم شاہی فرمان کے حقائق کو کیونکر سمجھے گا ، یہی وجہ ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ قرآن شریف کھولتے تو اکثر بے ہوش ہو جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے پروردگار جل جلالہٗ کا کلام ہے۔

کلامِ الٰہی کے لباسِ الفاظ میں مستور ہونے کی حکمت :

اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ اُس نے اپنے باعظمت کلامِ ازلی کے انوار و تجلیات کو حروف کے لباس میں چھپا کر تمہارے حوالے کیا ہے ورنہ اِس کی نورانی شعاعوں کا کوئی بشر متحمل نہ ہوسکتا ، دیکھ لو کہ طور جیسا پہاڑ بھی کلام الٰہی کی تجلیات کا متحمل نہ ہوسکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اگر اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو نہ سنبھال لیتے تو اُن میں بھی حرف اور آواز کے لباس سے خالی کلام الٰہی کے سننے کی طاقت نہ تھی۔

(۲) تلاوت میں ترتیل اور معنی کا فہم و تدبر :

اگر قرآن شریف کے معنی سمجھ سکتے ہو تو کوئی آیت بھی بلا سمجھے تلاوت نہ کرو کیونکہ ترتیل میں

جس کا قرآن شریف میں حکم ہے تدبر یعنی غور وفکر اور سمجھنے اور سوچنے ہی سے حاصل ہوتی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اُس تلاوت سے کیا نفع جس میں سمجھنے سے واسطہ نہ ہو۔

ختم قرآن کی تعداد بڑھانے کا خیال مت کرو کہ چاہے سمجھو یا نہ سمجھو مگر نام ہو جاوے کہ اتنے قرآن شریف ختم کیے، یاد رکھو کہ اگر تم سوچ سمجھ کر ایک ہی آیت کو رات بھر پڑھتے جاؤ گے تو یہ پچاس قرآن ختم کرنے سے بہتر ہوگا۔

دیکھو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بیس دفعہ دہرایا ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب جناب رسول اللہ ﷺ نے تمام رات ایک ہی آیت کو بار بار پڑھا وہ آیت یہ تھی ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ یا اللہ ! اگر تو اِن کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو بیشک تو زبردست حکمت والا ہے

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ آیت ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ﴾ ''کیا گناہوں کے مرتکب ہونے والوں کا گمان یہ ہے کہ ہم اُن کو نیکوکاروں کے مساوی بنادے گے'' کو تمام شب بار ہا پڑھتے رہے اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت ﴿ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''اور علیحدہ ہو جاؤ آج کے دن کے اے مجرمو'' کو بار بار پڑھنے میں تمام رات ختم کردی۔

ایک عارفؒ فرماتے ہیں کہ میں ہر ہفتہ میں ایک ختم پڑھتا ہوں اور ایک ختم ہر مہینے میں اور ایک ایسا ہے کہ جس کو سال بھر میں ختم کرتا ہوں اور ایک تلاوت ایسی بھی ہے جس کو تین سال سے شروع کر رکھا ہے اور اب تک پورا کلام مجید نہیں ہوا۔ یہ فرق ظاہر ہے کہ فکر وفہم اور غور وتدبر ہی سے ہوتا ہے کیونکہ انسان کا دل ہر وقت یکساں نہیں رہتا اور نہ ہمیشہ مساوی درجہ کے غور وفکر کا عادی ہوتا ہے اس لیے اگر خصوصیت کے ساتھ ایک ختم علیحدہ طور پر تم بھی ایسا شروع کرلو جس میں سوچ سمجھ کر تلاوت کی جائے اور صرف اُسی وقت پڑھا جائے جبکہ قلب فارغ ہونے کی وجہ سے غور وفکر کر سکے اور معنی اچھی طرح سمجھ سکے تو بہت اچھا ہے کیونکہ اس صورت میں تلاوت کے معمول میں بھی فرق نہ آئے گا اور فضیلت کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔

(۳) ہر آیت سے اُس کے خاص مفہوم ہی کی معرفت حاصل ہوگی :

اس فہم و تدبر کی حالت مذکورہ میں معرفت الٰہی کی گوناگوں شاخوں سے پھل اور پھول بھی چنتے رہو کیونکہ ہر پھل کے لیے جدا شاخ اور ہر جوہر کے لیے جدا معدن ہے کہ جہاں موتی پیدا ہوتے ہیں وہاں تریاق کا تلاش کرنا فضول ہے اور جہاں مُشک و عود دستیاب ہوتا ہے وہاں موتیوں کی جستجو بے فائدہ ہے اسی طرح قرآن شریف کی آیتوں میں جس قسم کا تذکرہ ہو اُسی قسم کا عرفان حاصل کرنا چاہیے مثلاً جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات یا افعال کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کی معرفت حاصل کرو اور جس جگہ راہِ مستقیم کی تعلیم مذکور ہو وہاں رحمت و کرم اور فضل و حکمت کی معرفت حاصل کرو اور جہاں کافروں کے ہلاک کرنے کا بیان ہو اُس جگہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور غلبہ و قہر کی صفت معلوم کرو اور جن آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہوں وہاں سے اللہ پاک کے لطف و احسان کا علم حاصل کرو غرض جیسا موقع ویسا عرفان۔

(۴) اِختیاری وسوسے اور اُن کے مراتب :

قرآن کا مطلب سمجھنے سے جو اُمور مانع ہیں اُن کو جہاں تک ہو سکے دفع کرو کیونکہ ضعیف الایمان بندوں کے لیے تو خواہشاتِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی (جن کو قصداً دل میں جگہ دی جاتی ہے) حجاب بن جاتی ہے کہ اُن کے نفوس دُنیوی تعلقات سے وابستہ اور اُن کے قلوب شبہات و شک میں ملوث ہوتے ہیں اور یہی قلب کے وہ پردے ہیں جن کے سبب قرآن پاک کی باریکیاں سمجھ میں نہیں آ سکتیں لہٰذا اِن کے اُٹھانے کی کوشش ہونی چاہیے اور جن لوگوں کا ایمان قوی ہو جاتا ہے کہ اللہ کی محبت اُن کے قلب میں پیدا ہونے اور اُن کو طاعت میں لذت آنے لگتی ہے اُن پر بھی قلبی وساوس اپنا اثر کرتے ہیں مثلاً نماز کی حالت میں اُن کا دل اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے کہ ہماری نیت کیسی ہے اور جو خلوص شروع نماز کے وقت تھا وہ اب بھی قائم ہے یا نہیں یا مثلاً حروف کے مخارج سے ادا ہونے میں شبہ پڑتا ہے اور آیت کو اِس نیت سے بار بار دہراتے ہیں حالانکہ قلب کے لیے یہ بھی حجاب ہے کیونکہ حروف

اور الفاظ کی درستی کے پیچھے پڑ جانا اور مخارجِ حروف یعنی دانتوں، ہونٹوں، تالو اور حلق کی طرف مشغول ہونا کہ یہ حروف کہاں سے نکلا اور ٹھیک نکلا یا نہیں نکلا ؟ اُن کا کام (یعنی زیادہ اہتمام کچھ تو ضروری ہے) نہیں جن کو عالمِ علوی کی سیر و سیاحت اور مَلکوتی اُمور کا مشاہدہ کرنا منظور ہے۔

(۵) معرفت کے ساتھ حالت و اَثر بھی پیدا کرنا چاہیے :

آیات کلام الٰہی سے صرف تجلیات اور معرفت ہی کے حاصل کرنے پر اکتفا نہ کرو بلکہ اِس کے ساتھ حالت اور اثر بھی ظاہر ہونا چاہیے مثلاً اگر ایسی آیت پڑھو جس میں رحمت کا ذکر اور مغفرت کا وعدہ ہو تو جسم پر خوشی اور مسرت کی حالت پیدا ہو جائے اور غیظ و غضب اور عذابِ الٰہی کا تذکرہ ہو تو تمہارا بدن لرز اُٹھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام آوے یا اُس کی عظمت و جلال کا ذکر ہو تو جھک جاؤ اور ذلت اختیار کرو کہ گویا جلالِ خداوندی کے مشاہدے سے نیست و نابود ہوئے جاتے ہو اور اگر کافروں کی اُس خرافات کا بیان ہو جو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے ہیں مثلاً مخلوق میں سے کسی کو نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا یا بیٹی یا بیوی بتایا ہے تو اُس کی نقل سے بھی شرماؤ اور ایسی آیت کی تلاوت میں اپنی آواز کو پست کردو کہ گویا ان کے الفاظ کا اپنی زبان پر لانا بھی گراں گزرتا ہے۔ غرض جس آیت میں جیسا مضمون ہو اُس کے مطابق ایک خاص حالت پیدا ہو اور جسم پر وہی اثر ظاہر ہو جانا چاہیے کہ خوف کے وقت آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں اور شرم کے وقت پیشانی پر پسینہ آجائے اور ہیبت کے وقت رونگٹے کھڑے ہو جائیں کپکپی چھوٹے اور مژدہ بشارت کے وقت آواز و زبان اور اعضا میں انبساط و بشاشت پیدا ہو جائے۔ (جاری ہے)

قسط : ۳

وضو کے فضائل اور اُس کی برکات

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ؒ ﴾

✿ ✿ ✿

وضو کی سنتیں اور اُس کے آداب :

وضو میں فرض تو بس وہی چار چیزیں ہیں جن کا ذکر سورۂ مائدہ کی اُس مندرجہ بالا آیات میں کیا گیا ہے جس میں نماز سے پہلے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی پورے چہرے کا دھونا ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا، سر کا مسح کرنا، پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔ ان چار چیزوں کے علاوہ رسول اللہ ﷺ وضو میں جن چیزوں کا اہتمام فرماتے تھے یا جن کی ترغیب دیتے تھے وہ وضو کی سنتیں اور اُس کے آداب ہیں جن سے وضو کی ظاہری یا باطنی تکمیل ہوتی ہے مثلاً چہرے اور ہاتھ پاؤں کو بجائے ایک ایک دفعہ کے تین تین بار دھونا اور مل مل کر دھونا، ڈاڑھی میں اور ہاتھ پاؤں کی اُنگلیوں میں خلال کرنا، اُنگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کو حرکت دینا تا کہ اُس کے نیچے پانی پہنچنے میں شبہ نہ رہ جائے، اسی طرح کلی اور ناک کی صفائی کا اہتمام کرنا، کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصہ کا مسح کرنا، شروع میں بسم اللہ اور آخر میں کلمۂ شہادت پڑھنا اور خاتمۂ وضو کی دعا کرنا، یہ سب وضو کی سنتیں اور اُس کے آداب و مستحبات ہیں جن سے وضو کی تکمیل ہوتی ہے اس سلسلہ کی چند حدیثیں ذیل میں پڑھیے :

(۱۸) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (ابن ماجه كتاب الطهارة و سننها رقم الحديث ۳۹۷)

''حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کا نام لیے بغیر وضو کیا اُس کا وضو ہی نہیں ہوا۔''

تشریح : اُمت کے اکثر ائمہ اور مجتہدین کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو وضو

غفلت کے ساتھ اللہ کا نام لیے بغیر کیا جائے وہ بہت ناقص اور بالکل بے نور ہوگا اور ناقص کو کالعدم قرار دے کر اُس کی سرے سے نفی کر دینا عام محاورہ ہے۔ ''کتاب الایمان'' میں یہ بات تفصیل اور وضاحت سے لکھی جا چکی ہے، مندرجہ ذیل حدیث سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کا نام لیے بغیر جو وضو کیا جائے وہ اگرچہ بالکل بیکار نہیں لیکن اپنی باطنی تاثیر اور نورانیت کے لحاظ سے بہت ناقص ہے۔

(۱۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِذَا تَطَھَّرَ اَحَدُکُمْ فَلْیَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یُطَھِّرُ جَسَدَہٗ کُلَّہٗ وَاِنْ لَّمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ فِیْ طُھُوْرِہٖ لَمْ یَطْھُرْ مِنْہُ اِلَّا مَا مَرَّ عَلَیْہِ الْمَآءُ (سُنن دار قطنی کتاب الطھارۃ رقم الحدیث ۲۳۱)

''حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اُس میں اللہ کا نام لے، تو یہ وضو اُس کے سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے، اور جو کوئی وضو کرے اور اُس میں اللہ کا نام نہ لے تو وہ وضو اُس کے صرف اعضائے وضو ہی کو پاک کرتا ہے۔''

تشریح : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو وضو اللہ کا نام لے کر مثلاً بسم اللہ پڑھ کر یا اِسی طرح کا کوئی کلمہ ذکر زبان سے ادا کر کے کیا جائے تو اُس کے اثر سے سارا جسم مطہر اور منور ہو جاتا ہے اور جو وضو اللہ کا نام لیے اور اس کا ذکر کیے بغیر کیا جائے تو اس سے صرف اعضائے وضو ہی کی طہارت ہوتی ہے اس کا مطلب یہی ہوا کہ یہ وضو بہت ناقص قسم کا ہوتا ہے۔

(۲۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا بَاھُرَیْرَۃَ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاِنَّ حَفَظَتَکَ لَا تَسْتَرِیْحُ تَکْتُبُ لَکَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰی تُحْدِثَ مِنْ ذٰلِکَ الْوُضُوْءِ .(المعجم الصضیر للطبرانیؒ رقم الحدیث ۱۹۶)

''آنحضرت ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم وضو کرو تو بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ لیا کرو (اِس کا اثر یہ ہوگا کہ جب تک تمہارا یہ وضو باقی رہے گا اُس وقت تک تمہارے محافظ فرشتے (یعنی کاتبین اعمال) تمہارے لیے برابر نیکیاں لکھتے رہیں گے۔''

تشریح : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو وضو ''بسم اللہ والحمد للہ'' کہہ کر کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی عظیم نیکی ہے کہ جب تک وہ باقی اور قائم رہے اُس وقت تک کاتبانِ اعمال اس وضو والے کے نامۂ اعمال میں مسلسل نیکیاں لکھنے کے لیے مامور ہیں۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُا بِاَیَامِنِکُمْ .(سُنن ابو داوٗد کتاب اللباس رقم الحدیث ۴۱۴۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم لباس پہنو اور جب تم وضو کرو تو اپنے داہنے اعضاء سے ابتداء کیا کرو۔''

تشریح : مطلب یہ ہے کہ جب کوئی کپڑا یا جوتا یا موزہ وغیرہ پہنا جائے تو پہلے داہنی طرف پہنا جائے اور جب وضو کیا جائے تو ہر عضو کے دھونے کی ابتداء داہنی طرف سے کی جائے۔

(۲۲) عَنْ لَقِیْطِ بْنِ صَبِرَۃَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ وَ بَالِغْ فِی الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَائِمًا .[1]

''حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وضو کی بابت بتائیے (یعنی یہ بتائیے کہ کن باتوں کا وضو میں مجھے خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیے) آپ نے فرمایا (ایک تو یہ کہ) پورا وضو خوب اچھی طرح اور کامل طریقہ سے کیا کرو (جس میں کوئی کمی کسر نہ رہے) اور (دوسرے یہ کہ) ہاتھ پاؤں دھوتے وقت ان کی اُنگلیوں میں خلال کیا کرو اور (تیسرے یہ کہ) ناک کے نتھنوں میں پانی چڑھا کے اچھی اُن کی صفائی کیا کرو اِلا یہ کہ تم روزہ سے ہو (یعنی روزہ کی حالت میں پانی زیادہ نہ چڑھاؤ)۔''

(۲۳) عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِذَا تَوَضَّأَ یَدْلُکُ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ بِخِنْصَرِہٖ . (رواہ الترمذی وابو داوٗد و ابن ماجہ)

---

[1] سُنن ابو داوٗد کتاب الطھارۃ رقم الحدیث ۱۴۲

''حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ وضو فرماتے تو ہاتھ کی سب سے چھوٹی اُنگلی (چھنگلیا) سے پاؤں کی اُنگلیوں کو (یعنی ان کے درمیانی حصوں) کو ملتے تھے۔''

(۲۴) عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تَوَضَّأَ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ مَّآءٍ فَاَدْخَلَهٗ تَحْتَ حَنَكِهٖ فَخَلَّلَ بِهٖ لِحْيَتَهٗ وَقَالَ هٰكَذَا اَمَرَنِىْ رَبِّىْ . (رواہ ابو داؤد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب وضو فرماتے تو ایک ہاتھ سے پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے ریش مبارک میں خلال کرتے (یعنی ہاتھ کی اُنگلیاں اس کے درمیان سے نکالتے) اور فرماتے میرے رب نے مجھے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔''

(۲۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ وَ اُذُنَيْهِ بَاطِنِهِمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ وَظَاهِرِهِمَا بِاِبْهَامَيْهِ. (سُنن النسائى)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (وضو میں) اپنے سر مبارک کا مسح فرمایا اور اِس کے ساتھ دونوں کانوں کا بھی (اس طرح) کہ کانوں کے اندرونی حصہ کا تو انگوٹھوں کے برابر والی اُنگلیوں سے مسح فرمایا اور اُوپر کے حصہ کا دونوں انگوٹھوں سے۔''

(۲۶) عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَاَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ جُحْرَىْ اُذُنَيْهِ. (سُنن ابى داؤد، مسند احمد، سُنن ابن ماجه)

''حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا تو (کانوں کا مسح کرتے ہوئے) دونوں کانوں کے سوراخوں میں بھی آپ نے اپنی اُنگلیاں ڈالیں۔''

(۲۷) عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تَوَضَّأَ وُضُوْءَ الصَّلٰوةِ حَرَّكَ خَاتَمَهٗ فِىْ اِصْبَعَيْهِ. (سُنن الدارقطنى و سُنن ابن ماجه) (باقی صفحہ ۶۲)

جامعہ جدید میں تکمیلِ بخاری کے موقع پر بیان

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب چشتی مدظلہم ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ

وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوْزَنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْقُسْطَاسُ اَلْعَدْلُ بِالرُّوْمِيَّةِ وَيُقَالُ اَلْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَاَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ (وَبِهٖ قَالَ) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَشْكَابَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ (وَعَنْهُمْ) قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِی الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ .

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ !

میرا جی چاہتا ہے کہ چند باتیں آپ لوگوں کو تمہید کے طور پر پہلے بتادُوں اِس کا پس منظر کہ عہدِ رسالت میں کیا کوئی نظامِ تعلیم تھا ؟ تھا تو اُس کا نصاب کیا تھا ؟ اور یہ کیسے ہم تک پہنچا ہے ؟ بس یہ پس منظر آپ کو پیشِ نظر رہے تب ہم اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مکی زندگی میں صبح و شام مدرسہ قائم کر رکھا تھا آپ غور فرمائیں قرآنِ مجید نے شہادت دی ہے اُن کے اقوال سے، کن کے (اقوال) ؟ مشرکین کے ! کہ وہاں ڈے اینڈ نائٹ کالج قائم تھا تو معلمِ اوّل تھے رسول اللہ ﷺ، آپ کی یہی صفت ہے اور مسلم میں بھی آیا ہے کہ ایسی جو صفات ذکر کی ہیں اُس میں چار پانچ صفتیں ہیں اور اُس میں یہ بھی ہے کہ یہ بہت آسان معلم تھے بات اِس طرح سمجھاتے کہ ہر ایک کی سمجھ میں آجاتی تھی۔

یہ '' مُیَسِّرْ '' [1] کا لفظ اُس وقت آیا ہے جب حضور اکرم ﷺ اُوپر تشریف لے گئے تھے ازواجِ مطہراتؓ نے کہا تھا کہ ہمیں بھی کچھ ملنا چاہیے، تو آپ اُوپر تشریف لے گئے چھت کے اُوپر کمرے میں بیٹھ گئے تھے تو اُس کے اندر یہ لفظ آیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی صفت ''معلم'' قرآن نے بتائی ہے۔

اب کفار کا قول سنیے ﴿ وَقَالُوْا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴾ تو کیا یہ ﴿بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا﴾ نہیں ہے ؟ صبح شام کا لج ؟ تو یہ شہادت کن کی ہے ؟ مشرکین کی ہے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تو یہ وظیفہ اختیار کر رکھا ہے دن رات وہی داستانِ قرآن ہی سناتے رہتے ہیں ڈراتے ہیں صبح بھی اور شام بھی، تو رسول اللہ ﷺ کا نصاب کیا ہے ؟ وہ بھی آپ سمجھ لیجیے بہت آسان ہے حضور ﷺ کا خود اِرشاد ہے 'قول' ہے 'فعل' ہے اور 'سکوت' ہے یا 'انکار' ہے، فرمایا دیکھیے حدیث میں ''صَلُّوْا ''اَمر ہوا کہ نہیں ہوا ''قول'' ہوا کہ نہیں ہوا، کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ '' اُصَلِّیْ ''،فعل ہوا، فعل ہی ہے نا یہ، ایسے ہی نماز پڑھو جیسے میں نماز پڑھتا ہوں اور پھر تیسرا سکوت یا انکار، فرمایا ایک صحابی پڑھ رہے تھے نماز، وہ نماز پڑھتے ہوئے حضور ﷺ کو سلام کر رہے ہیں ....وہ پھر پڑھ کر آ گئے پھر حضور ﷺ کو سلام کیا پھر آپ نے فرمایا جاؤ واپس اور نماز پڑھ کر آؤ وہ پھر نماز پڑھ کر آ گئے تیسری مرتبہ بھی یہی فرمایا، تو تیسری مرتبہ اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جتنی اچھی پڑھ سکتا تھا نماز ادا کر سکتا تھا میں پڑھ کے آ گیا آپ فرمائیے کہ مجھ سے کیا کوتاہی ہوئی، آپ نے فرمایا تم سے ''اعتدال'' چھوٹ گیا تھا اس میں اعتدال ہے، یہ ہے رسول اللہ ﷺ کا نصاب اور اس پر عمل کرایا ہے رسول اللہ ﷺ نے اور رسول اللہ ﷺ کا یہ نصاب دائمی ہے جیسے رسالت دائمی ہے ایسے ہی یہ نصاب بھی دائمی ہے قیامت تک کے لیے۔

یہی بات آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہی تھی اور اُنہیں سمجھایا تھا کہ دیکھو حوادث پیش آئیں گے تو تم کیسے فیصلہ کرو گے ؟ اُنہوں نے فرمایا میں قرآنِ مجید سے فیصلہ کروں گا، آپ نے

---

[1] آسانیاں فراہم کرنے والا

فرمایا وہ تو مکمل ہو چکا اُس میں تو کمی بیشی ہوگی نہیں، تو فرمایا میں آپ کی سنت سے اور آپ کے اقوال سے فیصلہ کرلوں گا، آپ نے فرمایا میں بھی اب جانے والا ہوں وہ بھی محدود ہے ''حوادث'' اور ''شریعت'' تو دائمی ہے تو یہ کیسے حل کروگے ؟ تو فرمایا کہ جو میں نے آپ سے سیکھا ہے یعنی ''اجتہاد'' تو یہ اجتہاد جو ہے یہ ہے شریعت کی بقاء کا ذریعہ قیامت تک کے لیے اس لیے اِس کو دوام حاصل ہے اسی وجہ سے مجتہد کو خطا پر بھی ایک ثواب ملتا ہے ورنہ وہ اجتہاد کرے گا کیوں، اس کا معنی یہ ہے کہ مجتہد کی خطا بھی قابلِ قبول ہے بشرطیکہ اُس کو ملکہ فن[۱] حاصل ہو چنانچہ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ حضور ﷺ نے جن لوگوں کی تربیت کی وہ سب فقہاء تھے اُن کی تعداد تو کم ہے لیکن ہیں، جب حضور اکرم ﷺ نے مکی زندگی میں ان لوگوں کو تیار کرلیا ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی﴾ اس کا پیریڈ تیرہ سال کا ہے اِس میں اُنہوں نے اسلام کو مدینہ تک نہیں جانے دیا سارا زور لگالیا اور حضور اکرم ﷺ نے کیسی کوشش فرمائی کہ اُس دور میں جب یہ ظلم و ستم ڈھایا جاتا تھا رسول اللہ ﷺ نے دینِ اِسلام کو پیش کیا ایسے کہ افریقہ میں پہنچا دیا اور حبشہ میں پہنچ گیا اسلام۔

دیکھا آپ نے مکی زندگی کا ، کیسی تربیت کی اور جب کبھی بلایا (کسی نے کہ) اب ہمیں ضرورت ہے جب حضور مدینہ تشریف نہیں لے کر گئے صرف جو وفود آئے تھے اُن کو اِسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ اب ہمیں چاہییں آدمی، بھیجئے ہمارے پاس، حضور علیہ السلام کے پاس ٹرینڈ افراد تھے، فوراً حضور علیہ السلام نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جائیے، وہ تشریف لے گئے تو اُن کو ہدایت لکھی اَنْ یُّقْرِأَھُمُ الْقُرْآنَ وَ یُفَقِّھَھُمْ کہ آپ کا یہ کام ہے وہاں بیٹھ کر یہ کام کیجئے ، قرآن پڑھائیے اور فہمِ دین سکھائیے یعنی ''فقہ'' تو اِسی لیے دیکھئے ترمذیؒ نے یہ کام کیا ہے، تھے تو وہ نابینا لیکن سب کو بینا بنا گئے وہ، اُنہوں نے کہا ہے کہ معانی حدیث کو فقہاء کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں سمجھتا اَلْفُقَھَاءُ اَعْلَمُ بِمَعَانِی الْحَدِیْثِ کہ فقیہ ہی اِس کی ترجمانی کرے گا بس۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا تھا تم حدیث کو پہنچاتے رہو فقیہ تک وہ اس سے اُٹھائے گا فائدہ تم نہیں اُٹھا سکتے ،تمہارا کام کیا ہے کہ تم اِس کو

[۱] علم و فقہ پر کامل عبور ہو۔

وہاں تک پہنچا دو تو رسول اللہ ﷺ کا نصابِ تعلیم بھی تھا اور یہ نصابِ تعلیم قیامت تک کے لیے ہے دیکھا آپ نے کہ کتنا آسان ہے یہ اور کتنا مشکل ہے یہ، اسی لیے جب تک کسی کا شمار فقہاء کی جماعت میں نہیں ہوگا وہ قابلِ احتجاج نہیں ہوگا۔

ویسے یہ درسی کتابیں جو ہیں نا وہ اِس طرح مرتب کی ہیں، اب یہ محدثین کا کام تو نہیں ہے کہ (کتاب کو) احکام پر مرتب کریں، احکام پر مرتب کرنا تو فقیہ کا کام ہوتا ہے، تو فقہ چونکہ پہلے مدوّن ہو چکی ہے تابعین کے زمانہ میں، وہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہوئی ہے تو اُسی ترتیب پر یہ کتابیں مرتب ہوئی ہیں اس لیے اس میں حضور ﷺ کے اقوال بھی ہیں افعال بھی ہیں اور سکوت بھی ہے لیکن اِس کے روایت کرنے والے وہ مجتہد نہیں ہیں، اگر وہ مجتہد ہوتے تو پھر بات ہی دوسری ہوتی اُن کا مجتہدین میں شمار ہی نہیں ہے کہیں بھی نہیں ہے، اگر یہ مجتہد ہوتے تو ترمذیؒ ان کا مذہب نقل کرتے سب کا نقل کیا ہے اُنہوں نے داؤدِ ظاہری کا مذہب نہیں نقل کیا وہ اُن کے معاصر ہیں مگر اُن کا مذہب نہیں ہے (ترمذی میں) اس لیے کہ وہ معانی حدیث کو سمجھتے نہیں ہیں۔

اُن لوگوں کا تذکرہ اس (ترمذی) میں ہے جو فقیہ ہیں، فقہاء کا تذکرہ کیا ہے اُنہوں نے اپنی کتاب میں، یہ خاص امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں، رجال کی ساری باتیں اُن سے نقل کرتے ہیں کہیں فقہ کی کوئی بات نقل نہیں کی تو ''مجتہد'' کے لفظ سے کہیں دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، مجتہد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مجتہد فی الفن ہیں اِن کا فن جو ہے وہ فقہ نہیں ہے اِن کا فن رجالِ حدیث ہے صناعتِ حدیث ہے، صناعتِ حدیث میں امام بخاریؒ بلا شبہ اِمام ہیں، اگر فقیہ ہوتے تو ہمارے ہاں ترمذیؒ ضرور بضرور ذکر کرتے، رجال کی ساری باتیں نقل کرتے ہیں لیکن نہیں نقل کرتے تو فقہ کی باتیں نقل نہیں کرتے۔ تو جب تک آپ عہدِ رسالت کو نہیں سمجھیں گے ہماری تاریخ ادھوری رہے گی۔

اِس کا مطالعہ ہو اِس پر غور کیا ہو مکی زندگی پر اِس طرح کسی نے غور کیا ہو، اس طرف لوگوں نے غور نہیں کیا ہے اسی وجہ سے یہ باتیں ہمیں نہ عربی میں ملتی ہیں نہ اُردو میں تو جو کچھ ہمیں ملے گا عہدِ نبوی سے ملے گا، عہد نبوی میں یہ باتیں تھیں اور یہی باتیں آپ سمجھ گئے کہ کیسے حضور ﷺ نے سوال کر کے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو سمجھایا۔مکی زندگی میں امتحان ہوا ہے ﴿قَدِ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ یہ پیریڈ ہے اِس کا نتیجہ وہاں ڈگریوں میں ملا ہے ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ تو کسی صحابی کا نام آجائے تو لازمی ہے کہ ہم اُس کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کہیں، اب میرا خیال ہے آپ کے ذہن میں اس بات کا نقشہ آگیا ہے عہدِ رسالت کا اور اُنہوں نے بتادیا مکی آیت ہے جو کہ میں نے پہلے بتادیا کہ ان (مشرکین) کا قول ہے آپ کے پاس وہ رات دن ڈے اینڈ نائٹ کالج قائم کر رکھا تھا اُنہوں نے اور اس کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (یعنی قریش) کی حکومت کا جب شیرازہ بکھر گیا تو یہ مجبور ہوگئے کہ باپ بیٹی سے جدا اور بیٹی باپ سے جدا تو تنگ آگئے تو انہوں نے کہا اس کا مداوا کیا جائے یہ کیا ہو رہا ہے ہمارا تو خاندان کا خاندان تباہ ہو چکا۔

تو انہوں نے کہا اچھا میں اِس کا علاج کرتا ہوں تو وہ اپنی (تلوار) لے کر نکلے تھے تو راستے میں وہ مل گئے انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، اِنہوں نے کہا بس وہاں جا رہا ہوں کہ آج کام تمام کرآؤں، انہوں نے کہا میاں وہ تمہارے بہنوئی اور بہن بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں تو بس وہ وہاں سے اُن کی طرف پلٹے تو پھر آپ کو وہ ساری داستان مجھ سے زیادہ عیاں ہے کہ وہاں وہ قرآنِ مجید دیکھ کر پڑھ رہے تھے، اتنے عرصہ میں قرآنِ مجید گھر گھر کھاتے پیتے گھرانوں میں پہنچا دیا تھا لکھا ہوا جتنا موجود تھا، اس سے ''کتب خانے'' کی تاریخ بھی معلوم ہوگئی، اس سے ''املاء'' کی تاریخ بھی معلوم ہوگئی ہمیں، اس سے کتنی باتیں ہمیں معلوم ہوگئیں کہ قرآنِ مجید کتابت کی صورت میں جتنا ہوتا تھا اُتنا محفوظ ہو جاتا تھا اور فی الفور پہنچ جاتا تھا گھروں میں، تو اُنہوں نے وہاں پہنچ کر پوچھا بولو کیا پڑھ رہی تھیں ! وہ تو آواز آرہی تھی نیچے، انہوں نے ذرا تحمل کیا تو لگایا دونوں کے، بہن کو بھی مارا بہنوئی کو بھی مارا، اُنہوں نے کہا ہم دکھا دیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ ذرا آپ اِس کے لیے ہاتھ پیر دھولیں منہ دھولیں اور غسل کرلیں تو بتادیں گے۔ تو وہ اس کے لیے تیار ہوگئے دکھا دیا، ڈر یہ تھا کہ کہیں یہ پھاڑ نہ دیں غصے کے اندر، اس لیے جب اُنہوں نے پڑھا تو کہا مجھے بھی لے چلو وہیں تو حضور ﷺ کے پاس لے گئے، کنڈی کھٹکھٹائی حضور ﷺ نے پوچھا دیکھو کون ہے ؟ تو کہا (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں،

یہ ہے اس کا کرشمہ اس نصاب کا۔ یہ سب چیزیں حضور ﷺ کی ہیں اسی سے ساری فقہ مدون ہوئی ہے اب آپ اطمینان سے سمجھ جائیں گے بات کو۔

تو یہ درسی کتابیں ہیں جو خیر القرون کے بہت بعد میں لکھی ہوئی ہیں۔ تو خیر القرون کا زمانہ جو ہے بہت اہم ہے اسی لیے اِمام مسلمؒ نے چیلنج کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ وہاں امکانِ لقاء ہے خیر القرون میں، تم کیا کر رہے ہو یہ شرطیں لگا کے، جب اتصال کی ایسی شرطیں لگاؤ گے تو پھر ''بقرہ'' ایک ہی ملے گی کہ قربانی ایک گائے کی کرو، دیکھو پھر ملی نہیں ہے نا، جتنی شرطیں لگاؤ گے اُتنی ہی مصیبت آئے گی تو یہ نصاب اگر آپ کے ذہن میں ہوگا تو آپ بہت آسانی سے حدیث کو سمجھ سکتے ہیں، یہ احادیث جتنی بھی ہیں اُن میں یہی اقوال افعال احوال یہ سب چیزیں مذکور ہیں سارا یہ نصاب ہے، ساری فقہ کی تاریخ بھی آپ کی ذہن میں آجائے گی اور ان سب چیزوں کو آپ سمجھ جائیں گے۔

ہمارے ہاں ملی زندگی پر کچھ نہیں لکھا گیا اس طرح سے، میں بے حد پریشان تھا میں نے ''عباسی عہد'' لکھا پھر اُس کے بعد ''اُموی دور'' لکھا اور جو آیا یہ دور تو میں نے کہا بھئی یہ تو پورا دیکھنا ہے مجھے، میں بہت غور کرتا رہا سوچتا رہا تو اللہ نے مجھ پر یہ راز کھولا ہے اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بتائے مجھے، میں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول کی رسالت تو دائمی ہو اور نصابِ تعلیم نہ ہو، یہ ہے اس کا سارا نصابِ تعلیم، یہ ساری فقہ ہے اور اِمام ترمذیؒ نے کہہ دیا ہے کہ اَلْفُقَهَاءُ اَعْلَمُ بِمَعَانِی الْحَدِیْثِ معانی حدیث کو غیر فقیہ نہیں سمجھتا، ہیں تو نابینا لیکن بینا کر کے گئے ہیں سب کو۔

اب آپ اپنے سبق کی طرف آسکتے ہیں کہ اس میں یہ آخری حدیث ہے، پہلی حدیث جو تھی اُس میں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ کا مسئلہ آچکا ہے آپ کے ہاں کہ کوئی چیز اخلاص کے بغیر قابلِ قبول نہیں ہوگی، شرطِ اوّل یہ ہے کہ جو عمل ہو وہ اخلاص پر مبنی ہونا چاہیے، اللہ کی رضا کے لیے ہوگا جو کام بھی ہوگا تب قابلِ قبول ہوگا۔

اب اس کے آخر میں بتادیا کہ دیکھو یہ تین باتیں ہیں : اب یہ بحثیں کرنا کہ وزن کیسے ہے اور تولتے کیسے ہیں ؟ اب آج کل تو جناب ہر چیز تلتی ہے آنکھ کا پریشر وہ بھی تل کے آجاتا ہے کہ کتنا ہے،

کون سی چیز ایسی ہے جس کا پریشر تولنے کی اکائی نہ ہو، میزان ہر ایک کے مختلف ہیں اس لیے آپ ہیوی چیز منگائیں گے اُس کا بھی وزن ہوگا اور بیماری کا وزن ہو جاتا ہے بتا دیا جاتا ہے کہ اِس کا کس درجہ کا بخار ہے کس درجہ کا نہیں ہے، اب تو یہ مسائل رہے ہی نہیں، پہلے زمانے کے تھے جب ترقی نہیں ہوئی تھی اب تو ترقی ہو چکی۔

میں نے بہت مطالعہ کیا ہے اب میری آنکھیں بالکل جواب دے گئی ہیں تو میں نے بس مکی زندگی ہی تک لکھا ہے مدنی زندگی پر تو بہت کچھ ہے بہت کچھ لکھا گیا ہے، مکی زندگی پر لکھنا بہت مشکل کام ہے کسی نے اِن چیزوں کو اُجاگر نہیں کیا حالانکہ یہ بہت ضروری تھا، یہ بات آگئی ہے سمجھ میں تو اب آپ کے لیے آگے چلنا بہت آسان ہو جائے گا تو یہ سب وہی نصابی کتابیں ہیں جو مدوّن ہوتی گئیں صرف محدثین پہلے یہ کرتے تھے کہ غیر مرتب .... ان کے ہاں ترتیب صحابہ کے ناموں پر ہوتی تھی تو کوئی حدیث کہیں آئی کوئی حدیث کہیں، زکوۃ کی حدیثیں کہیں ملیں گی کوئی مرتب ہے کوئی غیر مرتب ہے، یہ فقہی احکام ہیں فقہاء نے چونکہ حکم لگانا ہے تو انہوں نے احکام کو مرتب کیا وضو کے احکام علیحدہ، فلاں کے احکام علیحدہ فلاں کے علیحدہ اب مواریث تک پہنچا دیا فقہاء نے، زندگی کے ہر شعبے کا حکم بتا دیا انہوں نے اور جو نت نئے مسائل آتے ہیں وہ ان ہی تین چیزوں (قول، فعل، سکوت) میں تلاش (اجتہاد) کر کے نکالتے ہیں، اختلافِ نظر ضرور ہوتا ہے اور یہ اختلافِ نظر کوئی نئی چیز نہیں ہے حضور ﷺ کے زمانے میں بھی ہوتا تھا، وہ جب آندھی آگئی تھی اور غزوہ خندق میں حضور ﷺ بے حد پریشان تھے آپ نے اُن کفار سے معاہدہ کرنے کے لیے اُنہیں سو دو سو دینے کے لیے تیار ہو گئے تھے، آخر انصار سے فرمایا کہ بھئی کیا دیا جائے انہیں ؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم تو اُن کو کبھی اچھی کھجور بھی نہیں دیتے تھے ردی کھجوریں دیتے تھے، ہم اِن کو یہ بھی نہیں دیں گے تو آپ نے فرمایا کہ بس اب کوئی پرواہ نہیں ہے اب اس طرح ہے کہ تلوار ہی فیصلہ کرے گی تو آندھی آگئی تو وہ بھاگ گئے سب۔

تو یہ سب فقہاء کا کام ہے، فقہاء کا درجہ بہت بلند ہے ان کے لیے سہولت بہت ہے اس لیے کہ وہ اجتہاد کر کے مسائل کا استنباط کر لیتے ہیں اور اُمت کو گمراہی سے بچا لیتے ہیں مگر یہ مجتہدین کا کام ہے

دوسرے کا کام نہیں ہے یہ بات یاد رکھیں، ان کے مراتب بڑے ہیں، جو سب سے بڑا مجتہد ہے اُس کا سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ اور یہ عملاً بھی حضور ﷺ نے کیا ہے اگر آپ دیکھیں تو آپ کو خود حدیث میں مل جائے گا، اوّل تو خلفائے اربعہ اور ان جیسوں کے لیے حکم تھا لِيَلِنِىْ مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَ النُّهٰى [1] میرے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں، کسی دوسرے کو اجازت نہیں دی کھڑے ہونے کی حالانکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حدیثیں بہت یاد تھیں کسی کی بھی جرأت نہ ہوئی بلکہ صحابی رسول ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یارسول اللہ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ [2] ذوالیدین کا قصہ ہے، کیا نماز مختصر ہو گئی ہے جو آپ نے دو رکعت پڑھ لیں یا آپ بھول گئے ہیں، ادب دیکھئے اُن کا پہلے وہ لفظ لائے ''اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ'' اس کے بعد ''نَسِيْتَ '' کا لفظ لائے کیسا ادب تھا صحابہ کا، کیسے خطاب کرتے تھے، کیسے پوچھا کرتے تھے، تب ہی تو اُن کے مراتب بڑھے ہوئے ہیں اُمت میں کوئی نہیں پہنچ سکتا اُن کو، آپ نے فرمایا دونوں باتیں نہیں ہوئی ہیں، جب تک انہوں نے نہیں کہا ان سے پوچھا نہیں اُس وقت تک عمل نہیں کیا، جب انہوں نے کہہ دیا پھر اعادہ کر لیا۔

میں جو مافی الضمیر چاہتا تھا شاید آپ کو سمجھا سکا ہوں تو میری خوش قسمتی ہے اسے آپ سمجھئے اور دیکھئے تاریخ میں یہ چیزیں نہیں ملیں گی آپ کو اس طرح سے، خوب ٹٹول لیجئے سیرت پر بہت لمبی لمبی کتابیں ہیں لیکن یہ چیزیں وہاں نہیں ہیں، مجھے تو نہیں ملیں اور اب یہ آپ یاد رکھیے اس کے بعد آگے سب سے پہلے کیا چیز بتائی ہے کہ اللہ کے ہاں سب سے محبوب چیز کیا ہے ؟ یہ کلمات اگر کوئی آدمی پڑھے تو اس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا اس کے بعد اس کی خوبیاں بتادی گئیں کہ ایسے ہلکے پھلکے ہیں زبان پر یہ کلمات بہت آسان ہیں اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ آسان بھی ہیں اور میزان پر جب اعمال کا وزن ہوگا تو یہ سب سے زیادہ وزنی ہوں گے، تو بھائی اس کا ورد کر لے آدمی یہ پڑھا کرے اور اگر چاہے تو اس کے آخر میں ''استغفر اللہ'' بھی کہہ لے بس اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی کر لے تو اور بھی اچھا اللہ تعالیٰ ثواب پہنچائے گا اُس کو۔

---

[1] مسلم شریف رقم الحدیث ۴۳۲ [2] بخاری شریف رقم الحدیث ۷۱۴

یہ ہے حضرت اس کا حاصل جو آپ نے پڑھا ہے، یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے وہاں خاص تشریح آ گئی ہوگی اس لیے اس پر اب مزید تشریح کیا کرنی ہے، یہ تو گزر چکی آپ کے اُستاذ نے خوب بحث کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں یہ توفیق دی اور یہ نعمت ہمیں مل سکی، کتنے لوگ ہیں جو اِس نعمت سے محروم ہیں، اب ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پہلے تو ہم خود اِس پر عمل کریں اور دوسرا فرض یہ ہے کہ اِس کو دوسروں تک پہنچائیں اور یہ متعدی ہے اس کا تعدیہ قیامت تک جاری رہے گا، آپ نے جس کو بتا دیا اُس نے جس کو بتا دیا سارا آپ کے اعمال نامہ میں آتا رہے گا تو اس طرح یہ ہم پر فرض ہے کہ ہم اس علم کا ابلاغ بھی کریں دوسروں تک پہنچائیں بھی انہیں سمجھائیں بھی تو جس کے نصیب میں ہے فائدہ اُٹھانا اُس کا بھلا ہو جائے گا اور ہمیں قیامت تک کے لیے اجر ملتا رہے گا محدود نہیں ہوگا۔

یہ دو جملے ہیں اللہ کے بہت پسندیدہ ہیں اور فوراً ادا ہو جاتے ہیں کوئی رُکاوٹ نہیں لمبے چوڑے نہیں ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ تو میں جب یہ پڑھتا ہوں تو اس کے ساتھ '' اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ '' بھی ساتھ پڑھتا ہوں۔ اور میزان میں بھی سب سے بھاری ہیں بھائی، تو یہ نیکی کے راستے ہیں یہ پہنچاتے رہیں دوسروں کو آپ قیامت تک لیے اجر سمیٹے رہیے بس سارا جمع ہوتا رہے گا آپ کے خزانے میں۔

میرا خیال ہے جو ضروری باتیں تھیں وہ عرض کر دیں اللہ تعالیٰ آپ کو فائدہ پہنچائے اور ہمیں بھی اور آپ کو اِس لائق بنائے کہ آپ ساری ذمہ داریاں قبول کریں اور اس مدرسے کو آپ فراموش نہ کریں اسی کی وجہ سے آج آپ اِس لائق ہوئے ہیں کہ اِس کو پڑھ سکیں اور سند لے سکیں تو اپنی پوری زندگی میں اس کے لیے بھی دعا کرتے رہیں یہ ہمارا فریضہ ہے ہم اِس میں پلے بڑھے ہیں یہ ہمارا مادرِ علمی ہے اس کو فراموش نہیں کرنا ہے اِس کے حقوق بھی ہمارے ذمے ہیں تو لوگوں کو ترغیب دیجئے اور اُن سے کہیے کہ علم حاصل کرنا ہو تو یہاں آجایا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اِس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آپ کو بھی توفیق دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. ✪ ✪ ✪

نتائج سالانہ اِمتحان دورہ حدیث شریف

(۱۴۳۸-۰۷-۱۰ھ / 2017 - 04 - 12ء)

جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

نمبر شمار	نام	ولدیت	ساکن	حاصل کردہ نمبر	تقدیر
1	ابوبکر صدیق	محمد ارشاد	قصور	360	جید جدًا
2	ابوذر غفاری	محمد قریش	بٹگرام	365	جید جدًا
3	احمد نواز	کریم بخش	لودھراں	325	جید
4	امان اللّٰہ	ایوب	ٹانک	260	مقبول
5	امجد علی خان	فضل کریم	بٹگرام	255	مقبول
6	بخت منیر	شمشیر	سوات	355	جید جدًا
7	بدر منیر	سپرخان	گلگت	320	جید
8	جاوید اقبال	محمد اسلم	لیہ	360	جید جدًا
9	جمشید اقبال بٹ	غلام حسین	گجرات	330	جید
10	جمشید خان	محفوظ خان	ایبٹ آباد	365	جید جدًا
11	حافظ ذبیح اللّٰہ	محمد جان	کوئٹہ	365	جید جدًا
12	حضرت عثمان	تمیز خان	جنوبی وزیرستان	320	جید
13	راشد محمود	خلیل احمد	بھاولنگر	260	مقبول
14	راشد منہاس	علی داد	گلگت	360	جید جدًا
15	رضوان اللّٰہ	مارشل خان	کوھاٹ	365	جید جدًا

16	زاھد الرحمن	عبدالرحمن	ملیر	355	جید جدًا
17	سیّد ابوذر شاہ	محمد ظاھر شاہ	ھری پور	365	جید جدًا
18	سیف الرحمن	عزیز خان	لکی مروت	370	جید جدًا
19	سیف الرحمن	آدم خان	ڈیرہ اسماعیل خان	265	مقبول
20	شھباز	گل خان	کراچی	335	جید
21	شھباز احمد خان	سیّد اکبر خان	با غ	360	جید جدًا
22	طارق کامران	ممتاز خان	بنوں	465	جید جدًا
23	عامر اختر شیرانی	اخترحسین شیرانی	راولپنڈی	325	جید
24	عبدالخالق	عارف علی	قصور	310	جید
25	عبدالرحمن	امیر خان	گلگت	320	جید
26	عبدالرحمن	اسلم خان	بٹگرام	242	مقبول
27	عبدالرحمن	نورزادہ	اپردیر	310	جید
28	عبدالرحمن	خیرجان	لاھور	310	جید
29	عبدالرؤف	فتح خان	مستونگ	248	مقبول
30	عبدالصمد	حاجی احمد بخش	رحیم یارخان	305	جید
31	عبداللطیف	عبدالستار	بٹگرام	310	جید
32	عبداللّٰہ	شاہ روم	سوات	310	جید
33	عبداللّٰہ	شیخ محمد خان	ژوب	245	مقبول
34	عبدالمصور	ناصر الرحمن	پشاور	395	جید جدًا
35	عبدالمصور	قطب الدین	پشین	365	جید جدًا

36	عبدالناصر	میرشابت خان	جنوبی وزیرستان	480	ممتاز(دوم)
37	عدنان سعید	محمد سعید	ٹوبہ ٹیک سنگھ	440	جید جدًا
38	عدنان صلاح الدین	صلاح الدین	لاھور	365	جید جدًا
39	علی اصغر	شمریز خان	راولپنڈی	335	جید
40	غلام علی	محمد گل	کوئٹہ	370	جید جدًا
41	فداء اللّٰہ	مطیع اللّٰہ	لکی مروت	370	جید جدًا
42	فہیم بشیر	بشیر احمد شاھد	قصور	430	جید جدًا
43	قربان علی خان	ولی جان	پشین	320	جید
44	محمد اجمل قاسمی	محمد فیروز خان	تورغر	305	جید
45	محمد احمد	مولانا محمدعبدالقادر	ڈیرہ غازی خان	300	جید
46	محمد اسلم	پسند خان	کوئٹہ	380	جید جدًا
47	محمد خضروی	مولوی سعید الرحمن	شانگلہ	365	جید جدًا
48	محمد سجاد الرحمن	حاجی احمد	مظفر گڑہ	350	جید
49	محمد سلمان	عبدالمنان	کراچی	385	جید جدًا
50	محمد سلیم	عبدالوکیل	قصور	285	مقبول
51	محمد سلیم	احمد دین	ڈیرہ اسماعیل خان	355	جید جدًا
52	محمد شعیب	مدثر شاہ	مانسہرہ	370	جید جدًا
53	محمد شہزاد	محمد اسلم	ھری پور	435	جید جدًا
54	محمد عالمگیر خان	اللّٰہ نواز شاہ	ڈیرہ اسماعیل خان	415	جید جدًا
55	محمد عرفان ساجد	کالے خان	قصور	295	جید

56	محمد عُزیر	نصر اللّٰہ خان	سیالکوٹ	280	مقبول
57	محمد فاروق علی	خلیل احمد	ڈیرہ اسماعیل خان	555	ممتاز(اوّل)
58	محمد فرحان	عمر درازخان	ڈیرہ اسماعیل خان	300	جید
59	محمد قاسم	عبداللّٰہ	لاھور	290	مقبول
60	محمد قیصر جمیل	قمرعباس	خانیوال	310	جید
61	محمد ندیم	نور دین	لاھور	330	جید
62	محمد ندیم	امام دین خان	لاھور	240	مقبول
63	محمد نعیم	تاج محمد	کوھاٹ	247	مقبول
64	محمد نوید	تاج محمد	مانسھرہ	330	جید
65	محمد وقاص احمد	اللّٰہ یار	سرگودھا	400	جید جدًا
66	محمد یونس	محمد شاہ	شانگلہ	455	جید جدًا
67	منیب انور	بادشاہ خان	میانوالی	315	جید
68	ناصر جان	جان محمد	سبی	370	جید جدًا
69	نعمان	شاہ رئیس	گلگت	360	جید جدًا
70	نور جمال	پیاؤ گل	خیبر ایجنسی	283	مقبول
71	وقاص احمد	اشتیاق احمد	قصور	305	جید

قسط : ۲

فضیلت کی راتیں

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

ماہِ شعبان کی فضیلت :

یوں تو ہر دن ہر مہینہ ہر سال ہی محترم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے مگر کچھ دن اور مہینے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا کی ہے اُن میں سے ایک مہینہ شعبان المعظم کا بھی ہے اِس مہینہ کی اَحادیثِ مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا'' (مسند فردوس دیلمی)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ یوں دُعا فرماتے : یا اللہ رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمارے لیے برکت فرما اور خیریت کے ساتھ ہم کو رمضان تک پہنچا۔'' (اِبنِ عساکر۔ الدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۴۲۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ''جنابِ رسول اللہ ﷺ (شعبان میں) اِتنے زیادہ روزے رکھتے کہ ہم کہتے کہ اب آپ اِفطار نہ کریں گے اور کبھی آپ اِفطار کیے جاتے (یعنی روزے ہی نہ رکھتے) یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینے سے زیادہ (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' [1]

اِس حدیث کے پیش ِنظر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے ؟ تو اِس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اُسامہؓ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ

---

[1] بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۸

میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اِس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''شعبان ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اِس کی فضیلت سے غافل ہیں، اِس مہینہ میں اللہ رب العلمین کے حضور میں لوگوں کے اَعمال پیش کیے جاتے ہیں، میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اَعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔'' (نسائی ج ١ ص ٢٥١)

شبِ براءت کی فضیلت :

ماہِ شعبان المعظم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت والی رات ہے، اِس رات کے کئی نام ہیں: (١) لَیْلَةُ الْبَرَاءَةِ یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات (٢) لَیْلَةُ الصَّکِّ یعنی دستاویز والی رات (٣) لَیْلَةُ الْمُبَارَکَةِ یعنی برکتوں والی رات۔ عُرفِ عام میں اِسے '' شبِ براءت'' کہتے ہیں۔ شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں اور براءت عربی کا لفظ ہے جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں۔ یہ شعبان کی پندرھویں شب کو ہوتی ہے۔ اَحادیثِ مبارکہ میں اِس شب کی بڑی فضیلت آئی ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب کو آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔'' (ترمذی ج ١ ص ١٥٦ و ابن ماجہ ص ١٠٠)۔ کہتے ہیں کہ عرب میں اِس قبیلہ کے پاس تقریبًا بیس ہزار بکریاں تھیں، اَندازہ فرمائیے کہ بیس ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے ؟ اُن کا شمار کرنا بھی اِنسان کے بس کی بات نہیں، اِس سے معلوم ہوا کہ اِس رات میں اِتنے لوگ دوزخ سے بری کیے جاتے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ایک دُوسری حدیث میں آتا ہے کہ ''جب شعبان کی پندرھویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک اِعلان کرنے والا اِعلان کرتا ہے کہ کیا کوئی بخشش کا طلبگار ہے کہ میں اُس کو بخش دُوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اُسے رزق دُوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اُسے (تکلیف) سے نجات دُوں، کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے ؟ غرض تمام رات اِسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی

بارش ہوتی رہتی ہے حتی کہ فجر ہو جاتی ہے (اور دربار برخاست ہو جاتا ہے)۔'' [۱]

شبِ براءت میں کیا ہوتا ہے ؟

حضورِ اَنور ﷺ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''تمہیں معلوم ہے شعبان کی اِس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے ؟ اُنہوں نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا اِس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اِس سال میں جتنے پیدا ہونیوالے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے اِس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اِس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں اور اِس رات میں سب بندوں کے اَعمال (سارے سال کے) اُٹھائے جاتے ہیں اور اِسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اُترتی ہے۔'' [۲]

ایک اِعتراض اور اُس کا جواب :

یہاں ایک اِعتراض پیدا ہوتا ہے کہ روزی وغیرہ تو پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہے پھر اِس کا کیا مطلب کہ اِس شب میں اِنسان کو ملنے والی روزی لکھ دی جاتی ہے ؟ اِس اِعتراض کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ اِس شب مذکورہ کاموں کی فہرست لوحِ محفوظ سے علیحدہ کر کے اُن فرشتوں کے سُپرد کر دی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ کام ہیں۔ اَلغرض اِس رات میں پورے سال کا حال قلمبند ہوتا ہے، رزق، بیماری، تنگی، راحت و آرام، دُکھ، تکلیف حتّٰی کہ ہر وہ شخص جو اِس سال پیدا ہونے یا مرنے والا ہو اُس کا وقت بھی اِسی شب میں لکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اِس مہینے کی پندرہویں شب میں مَلَکُ الموت (عزرائیل علیہ السلام) کو ایک رجسٹر دیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اِس رجسٹر سے نقل کر لو۔ کوئی آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے، کوئی نکاح کرتا ہے، کوئی

---

[۱] فضائل الاوقات ص ۱۲۵ ۔ شعب الایمان ج ۳ ص ۳۸۳

[۲] الدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۴۶ ۔ مشکوۃ ج ۱ ص ۱۱۵

کوٹھی اور بلڈنگ بنوانے میں مشغول ہے مگر اُس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جاچکا ہے۔ (لطائف المعارف ص ۱۴۸۔ مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷)

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا پندرہویں شب میں معمول :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ :

ایک رات رسول اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور لباس تبدیل فرمانے لگے لیکن پورا لباس اُتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہوگئے اور لباس زیبِ تن فرمایا۔ اِس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ میری کسی سوکن کے یہاں جارہے ہیں، آپ کی روانگی کے بعد میں بھی پیچھے پیچھے چلی، یہاں تک کہ میں نے آپ کو ''بقیعِ غرقد'' (جنت البقیع) میں اِس حالت میں دیکھا کہ آپ مسلمان مرد وزَن اور شہداء کے لیے مغفرت طلب فرمارہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ! آپ اللہ کے کام میں مشغول ہوں اور میں دُنیاوی کام میں لگی ہوئی ہوں، اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے حجرہ میں آئی، میں لمبی لمبی سانس لے رہی تھی کہ اِتنے میں آپ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا عائشہ کیا بات ہے سانس کیوں پھول رہا ہے ؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تشریف لاکر لباس تبدیل فرمانے لگے، ابھی لباس اُتارنے بھی نہ پائے تھے کہ دوبارہ لباس زیبِ تن کیا، اِس پر مجھے رشک آیا اور خیال ہوا کہ آپ کسی اور زوجہ کے گھر تشریف لے جارہے ہیں تاآنکہ میں نے آپ کو قبرستان میں دُعا میں مشغول دیکھا۔ اِس پر آپ نے اِرشاد فرمایا اے عائشہ ! کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول تم پر کوئی ظلم وزیادتی کرے گا ؟

واقعہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اُنہوں نے کہا کہ آج شعبان کی پندرہویں شب ہے جس میں قبیلۂ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور مشرک، کینہ ور، قطع تعلقی کرنے والے، بدسلوک، غرور سے زمین پر لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور عادی شراب خور کی طرف اِس شب نظرِ کرم نہیں فرماتے، اِس کے بعد آپ نے لباس اُتارا اور فرمایا اے عائشہؓ شب بیداری کی اِجازت ہے ؟ میں نے عرض کیا

جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان بصد شوق، چنانچہ آپ کھڑے ہوگئے اور عبادت کرنے لگے، دورانِ نماز ایک بڑا لمبا سجدہ کیا جس پر مجھے آپ کی قبضِ رُوح کا گمان ہوا، میں اُٹھ کر آپ کو دیکھنے بھالنے لگی، میں نے آپ کے تلووں کو ہاتھ لگایا تو اُن میں حرکت تھی، اِس پر مجھے خوشی ہوئی، میں نے آپ کو سجدہ میں یہ دُعا کرتے سُنا۔

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ لَآ اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.

صبح کو میں نے آپ سے اِن دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِن دُعاؤں کو یاد کرلو اور دُوسروں کو بھی اِن کی تعلیم دو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دُعائیں سکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکرر سہ کرر پڑھی جائیں۔'' (ماثبت بالسنۃ ص ۱۷۳)

شبِ براءت میں کن لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی ؟ :

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کچھ بدنصیب لوگ ایسے ہیں کہ اِس برکت والی رات میں بھی رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں اور اُن پر نظرِ عنایت نہیں ہوتی۔ ذیل میں ایسے بدقسمت لوگوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو : (۱) مُشرک (۲) جادُوگر (۳) کاہن نجومی (۴) بغض اور کینہ رکھنے والا (۵) جلاّد (۶) ظُلم سے ٹیکس وصول کرنے والا (۷) باجا بجانے والا اور اُن میں مصروف رہنے والا (۸) جُوا کھیلنے والا (۹) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا (۱۰) زانی مرد وعورت (۱۱) والدین کا نافرمان (۱۲) شراب پینے والا اور اُس کا عادی (۱۳) رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناحق قطع تعلقی کرنے والا۔

یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کی اِس بابرکت رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی اور رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ اِس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈالے اور غور وفکر کرے کہ کہیں اِن عیبوں میں سے میرے اندر تو کوئی عیب اور بُرائی نہیں، اگر ہو تو اُس سے توبہ کرے اور حق تعالیٰ کی طرف رُجوع کرے، یہ خیال نہ کرے کہ میرے اِتنے اور ایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے، یہ شیطانی خیال ہے۔

پندرہویں شعبان کے روزہ کا حکم :

آنحضرت ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اور دُوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دیتے تھے، خاص طور پر پندرہویں شب کے روزے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا یہ اِرشاد منقول ہے کہ ''جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کا روزہ رکھو۔'' (اِبن ماجہ)

شبِ براءت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کن کاموں سے بچنا چاہیے :

(۱) اِس رات میں قیام کرنا یعنی نوافل پڑھنا مستحب ہے (۲) قبرستان جانا اور مسلمان مردوزَن کے لیے ایصالِ ثواب کرنا مستحب ہے (۳) اگلے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

اِس شب میں صلٰوۃ التسبیح پڑھیں، تہجد پڑھیں اور اِس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ اَدا کریں، ایسا نہ ہو کہ نفلوں میں تو لگے رہیں اور فرائض چھوٹ جائیں۔

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اکیلے قبرستان گئے تھے اِس لیے اکیلے جائیں اور صرف مرد جائیں عورتیں نہ جائیں، عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں۔

بہتر ہے کہ شعبان کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تینوں دن کے روزے رکھ لیے جائیں اِنہیں ''اَیَّامِ بِیْض'' کہتے ہیں اور اِن دنوں میں روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔

اِس شب میں آتش بازی ہرگز نہ کی جائے اِس کا سخت گناہ ہے اور یہ ہندوؤں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا، چراغاں نہ کیا جائے کیونکہ اوّل تو یہ شریعت سے ثابت نہیں دُوسرے اِس میں اِسراف ہے، بہت سے لوگ اِس شب میں بجائے عبادت کے حلوے مانڈے میں مصروف ہو جاتے ہیں، شریعت سے اِس شب حلوہ وغیرہ پکانے کا کوئی ثبوت نہیں، بہت سے لوگ مسجد میں اکٹھے ہو کر شوروغوغا کرتے ہیں اِس سے بچا جائے اِس کا سخت گناہ ہے، بہتر یہ ہے کہ نفلی عبادت خُفیہ کی جائے کہ دُوسرے کو پتہ نہ چلے، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اِس شب میں اِس طرح مسجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے سب اپنے گھروں میں ہی عبادت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

روزہ کی رُوحانی، جسمانی اور اِجتماعی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

روزہ ایک دینی فرض اور ایسی عبادتِ محمودہ ہے کہ جملہ اَنبیاء کرام کی شریعتوں میں موجود ہے اور تمام آسمانی کتابوں میں اِس کا بیان اور اس کے فضائل مذکور ہیں، ہاں احوال وظروف اور زمان و مکان کے لحاظ سے روزہ کی کیفیت اور اس کی ادائیگی کا طریقہ مختلف رہا ہے جیسا کہ اختلافِ شرائع کے بیان میں قرآن نے فرمایا ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ لیکن اس اختلاف کے باوجود تمام مذاہبِ سابقہ کا روزہ کی فرضیت پر اِتفاق ہے جیسا کہ اِرشاد ہے :

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾(سُورۃ البقرۃ : ۱۸۴ ، ۱۸۳)

''اے شریعتِ محمدیہ کے ماننے والو ! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح اگلوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ، گنتی کے چند ایام تک روزہ رکھنا ہے۔''

روزہ اگلی اُمتوں پر جن دنوں میں فرض کیا گیا تھا اِس بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ رمضان کے مہینہ میں تھا یا ہر ماہ میں تین دن تھا یا اس کے علاوہ لیکن تمام علماء اِس بات پر متفق ہیں کہ بے شک تمام اگلی اُمتوں پر روزہ فرض تھا۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو نفس کو پاکیزہ اور قلب کو آلائش سے صاف کر دیتی ہے اور خوف ِالٰہی کا شجرۂ طیبہ دل میں بٹھا دیتی ہے۔ روزہ ایک ایسی مخفی عبادت ہے کہ سوائے خدا کے کسی کو خبر نہیں ہوتی اِسی لیے اللہ نے اس کی نسبت اپنی طرف کر لی ہے اور دوسرے فرائض کے برخلاف اس کے اجروثواب کی حدود کو پوشیدہ رکھا ہے، گویا یہی صوم ایک راز ہے اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان پس قیامت کے دن بھی سوائے روزہ داروں کے کوئی اس کی جزا کو نہ جانے گا اِس بارے میں اَحادیث وآثار بھرے پڑے ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کے ہر عمل کی نیکی سات سو تک بڑھائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''مگر روزہ تو میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں ہی دُوں گا (کتنی دُوں گا یہ راز ہے) کیونکہ بندہ کھانا پینا میری ہی وجہ سے ترک کر دیتا ہے اور دُوسری لذات اور اپنی بیوی کو بھی میرے ہی لیے ترک کر دیتا ہے'' جب یہ عمل اللہ ہی کے لیے ہے تو اللہ نے بھی اس کی جزا اپنے ہی لیے مخصوص کر لی تاکہ عمل اور جزا میں مطابقت ہو جائے۔

صحتِ جسمانی کے لحاظ سے روزہ کی اثر انگیزی یہ ہے کہ بدن کی صفائی کرتا ہے اور کھانے پینے میں بد احتیاطی سے جو اَمراض جسم کو لاحق ہوتے ہیں اُن کا ازالہ کرتا ہے جیسا کہ ایک اثر میں آیا ہے کہ ''معدہ اَمراض کا گھر ہے اور فاقہ کشی سب سے بڑی دوا ہے۔''

ایک واقعہ ہے کہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں کسی نے ہدیہ ارسال کیا اور اسی دوران ایک طبیب بھی پہنچا، آپ نے ہدیہ قبول فرمالیا اور طبیب کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ ''ہم وہ لوگ ہیں کہ جب تک خوب بھوک نہ لگے کھانا نہیں کھاتے اور جب کھانا کھاتے بھی ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔''

اِس قول میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ روزہ بہت سے اَمراض کو دُور کر دیتا ہے کیونکہ روزہ دار بھی لامحالہ جوع (بھوک) کا حامل ہوتا ہے اور اس میں اس بات کی طرف ہمیں اِشارہ ہو گیا کہ روزہ ایک ربانی طبیب اور آسمانی علاج ہے جو اللہ کی سب سے بڑی نعمت ''صحت'' کی حفاظت کرتا ہے۔ اِس مقام پر اگر ہم قدیم و جدید اَطباء و ڈاکٹروں کے قوال کا تذکرہ کریں تو بحث طویل ہو جائے گی بس اتنا کافی ہے کہ اکثر اَطباءِ جہان نے یہ کہہ دیا ہے کہ روزہ اکثر بیماریوں میں تو عام طور پر مفید ہوتا ہی ہے لیکن بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ جن میں روزہ واحد علاج ثابت ہوا ہے اور بیماریوں کی تفصیل کتبِ طب میں مذکور ہے۔

اِضطراب، اَمعا، سمیت، پیشاب میں شکر آنا، اِلتہابِ کلی، اَمراضِ قلب، اِلتہابِ مفاصل، ضعفِ دم وغیرہ بہت سے امراض ہیں جن کی کلید شفاء اللہ کے اس فریضہ صوم میں رکھ دی گئی ہے اور پھر افطار کے بعد اعتدال کے ساتھ کھانا اور سحری کے وقت معتدل غذا کا استعمال بھی صحت کے لیے ضروری ہے

آنحضور ﷺ کا اِرشاد ہے :

''اِنسان کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے بدن سیدھا رہ سکے، اگر کچھ زیادہ ہی کھانا ہو تو شکم کے تین حصے کر کے ایک حصہ میں کھانا کھائے، دُوسرے حصہ میں پانی پیے اور تیسرے حصہ کو سانس کے لیے رہنے دے۔''

دُوسرا حکیمانہ اِرشادِ نبوی ﷺ ہے کہ ''انسان سب سے بُرا برتن جو بھرتا ہے وہ پیٹ ہے'' ہر سال ایک ماہ تک روزے رکھنے اور کھاتے وقت اعتدال پر رہنے سے سال بھر کی بے اِعتدالی سے بدن کی صحت کا بگڑا ہوا توازن درست ہو جاتا ہے اور بھی نہ جانے کتنے ایسے اَسرار اَور رموز ہیں جو اب تک اَطباء اور ڈاکٹروں کی نگاہوں سے مخفی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے بیماری نازل کی اور اُس کا علاج بھی بتلا دیا۔

تہذیبِ نفس اور رُوحانی اِرتقاء کے لیے تو صوم نے بڑی بڑی وسعتیں پیدا کر دیں چنانچہ اِرشاداتِ رسالت ﷺ کا ایک ذخیرہ اِس باب میں موجود ہے، اِرشاد ہے :

''اے جوان لوگو ! تم میں سے جو کوئی اخراجاتِ ضروریہ کی کفالت کر سکتا ہے تو ضرور شادی کرنی چاہیے کیونکہ اس سے نگاہ اور شرمگاہ کی معصیت سے بچ جائے گا اور جو کوئی کفالت کی قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھ لے، یہ اُس کے لیے معصیت سے بچاؤ کا ذریعہ ہوگا۔''

دُوسری جگہ اِرشاد ہوا :

''جو روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اس کے کھانا پینا چھوڑنے سے کچھ حاصل نہیں۔''

کیونکہ روزے کا مقصد ہی تہذیبِ نفس اور تہذیبِ اخلاق ہے اور بھی بہت سی احادیث رسول ﷺ موجود ہیں جو روزہ دار کو زبان و دل اور عمل کی تطہیر پر تنبیہ کرتی ہیں۔

روزہ ایک طرف نفسِ انسانی کو شدائد و محن کا خوگر بناتا ہے تو دُوسری طرف رحم و مروّت اور

غرباء و مساکین پر عنایت کا جذبہ پیدا کرتا ہے، نفس فوراً متوجہ ہوتا ہے کہ آج میں چند روز بھوک سے پریشان ہوں اور اللہ کے مفلس بندے سال بھر بھوک میں رہ کر کتنی پریشانیاں اُٹھاتے ہوں گے، یہ خیال ہوتے ہی نفس جذبۂ رفق و کرم سے معمور ہو جاتا ہے اور غرباء و مساکین کی خبر گیری کے لیے ہاتھ کھول دیتا ہے، نفس کا یہ درس بالکل فطری ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام باوجود یکہ مصر کی دولت کے مالک تھے اکثر بھوکے رہا کرتے اور جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں بھوک کی شدت گوارہ کرتے ہیں حالانکہ آپ کے ہاتھ میں دُنیا جہاں کی دولت خدا نے دے رکھی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے اس بات کا ڈر لگتا ہے کہ اگر پیٹ بھر کر کھالوں تو کہیں اللہ کے بھوکے بندوں کو فراموش نہ کر بیٹھوں۔

روزے کی اِجتماعی خصوصیت بھی عظیم الشان ہے جس نے دُنیا کی ایک اُمت کو ایک لڑی میں پرو دیا، وحدت و یک رنگی کا اس سے بڑا مظہر اور کیا ہوگا کہ شریعت کے اس ایک حکم نے رُوئے زمین کے کل اطراف و جوانب میں بسنے والے لوگوں کو یکساں مطیع بنا دیا کہ رمضان آتے ہی طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانا پینا سب لوگ چھوڑ دیتے ہیں اور جب غروبِ آفتاب ہو جاتا ہے تو بیک وقت کھانے پینے کی سب کو اجازت مل جاتی ہے بلکہ وحدتِ اُمت کا یہ عجیب تماشہ قابلِ دید ہے کہ سب کو حکم ہوتا ہے کہ اوّل وقت میں افطار کرو اور جو شخص افطار تاخیر سے کرے تو وہ بڑی خیر سے محروم ہو جاتا ہے اور طریقہ اسلام کا مخالف گردانا جاتا ہے لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ وَاَخَّرُوا السُّحُوْرَ.

صوم کی قدرت و منزلت بڑھانے کے لیے اللہ نے سب سے افضل مہینہ ''رمضان'' پسند فرمایا جس کی شان اِس طرح بیان ہوئی اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ کہ اِسی ماہِ معظم میں قرآن جیسی گنجینۂ ہدایت کتاب کا نزول ہوا، قرآن کے علاوہ اور بھی آسمانی کتابیں دُوسرے اَنبیاء پر اِسی ماہِ مبارک میں نازل ہوئیں جیسا کہ اِمام احمد بن حنبل نے واثلہ بن اَسقع سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''صحفِ ابراہیم ماہِ رمضان کی پہلی رات میں نازل ہوئے، کتابِ توراۃ چھ رمضان گزرنے پر نازل ہوئی اور انجیل تیرہویں رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن پاک

چوبیس رمضان گزر جانے پر نازل ہوا۔''

اور بھی دُوسری روایات ہیں جن میں تاریخ نزول کا فرق بیان ہوا ہے مگر اس بات پر اتفاق ہے کہ رمضان میں ان کا نزول ہوا ہے اور اس ماہِ رمضان کی عظمت بھی کتنی بڑی ہے کہ اس میں ایک رات ''لیلة القدر'' قرار پائی جس نے اُمتِ محمدیہ ﷺ کا مقام بہت بلند کردیا کیونکہ اُمتِ محمدیہ ﷺ کی عمریں اُممِ سابقہ کے مقابلہ میں بہت کم ہیں مگر اس ایک رات کو ہزار ماہ سے برتر قرار دے کر اِس اُمت کو مالا مال کردیا۔

اِس ماہِ مبارک کے فضائل پر اگر ہم لکھنا چاہیں تو دامن قرطاس تنگ ہوجائے گا اور قلم ماند پڑجائے گا اِس لیے ہم صرف اِس حدیث کی طرف اِشارہ کردینا کافی سمجھتے ہیں جس میں رمضان کے فضائل کا بیان ہے اور جس نے مسلمانوں کی ہمتوں کو بیدار کیا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''شعبان کے آخری روز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا گیا :

''لوگو ! بڑا عظیم اور مبارک مہینہ سایہ فگن ہے، اِس میں ایک رات جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اللہ نے اس ماہ میں دن کو روزہ رکھنا فرض کیا اور رات کا قیام مزید درجہ کا باعث قرار دیا، اِس ماہ کی ایک نفل دُوسرے ماہ کے فرض کے اَجر کی مستحق ہوئی اور اِس ماہ میں ایک فرض دُوسرے ماہ کے ستر فرض کے اجر کا حامل ہے، نفس کو مصائب کا خوگر بنانے والا یہ مہینہ ہے، ضبطِ نفس کا اجر جنت ہے، یہ غم خواری کرنے والا مہینہ ہے اِس میں مومن کا رزق فراواں ہوجاتا ہے۔''

آخر میں فرمایا : ''اِس ماہ کے تین عشرے ہیں : پہلا عشرہ رحمت کی بارش برساتا ہے، دُوسرا عشرہ مغفرت کا مژدہ سناتا ہے اور تیسرا عشرہ عذاب سے نجات دلاتا ہے۔''

اِس ماہ میں رحمت کا اِتنا فیضان ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو بھی رحم و کرم میں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتا ہے چنانچہ جس شخص نے رحم کرکے اپنے غلام کے کاموں میں تخفیف کردی تو اُس کو مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مژدہ سناتا ہے۔

لوگو ! اِس ماہ میں چار چیزوں کو خوب حاصل کرو : دو چیزیں ایسی ہیں کہ اِن سے اللہ کو خوش کر سکتے ہو اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تم کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے ، پہلی دو چیزیں یہ ہیں : کلمہ شہادت اور استغفار اور دُوسری دو چیزیں یہ ہیں : جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ مانگنا۔

''روزہ'' کتنا عظیم الشان فریضہ ہے اور کس قدر اِس میں حکمتیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کو اِسلام کا ایک رُکن قرار دیا گیا اور اس نے اُمتِ مسلمہ کو خیر و برکت سے مالا مال کر دیا۔

بقیہ : وضو کے فضائل اور اُس کی برکات

''حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا وضو فرماتے تھے تو اُنگلی میں پہنی ہوئی اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے تھے تاکہ پانی اس جگہ بھی اچھی طرح پہنچ جائے اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔''

تشریح : مندرجہ بالا حدیثوں میں وضو کے سلسلہ کے جن جن اعمال کا ذکر ہے مثلاً داڑھی اور ہاتھ پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال کرنا، کانوں کے اندر باہر کا اچھی طرح مسح کرنا اور اُن کے سوراخوں تک بھی اُنگلیاں پہنچانا، اسی طرح ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی کو حرکت دینا، یہ سب وضو کے مکمل آداب ہیں جن کا اہتمام رسول اللہ ﷺ خود بھی فرماتے تھے اور اپنے قول و عمل سے دوسروں کو بھی ان کی تعلیم و ترغیب دیتے تھے۔ (جاری ہے)

اخبارالجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور﴾

۲۵؍ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ/ ۲۵؍ مارچ ۲۰۱۷ء کو جامعہ مدنیہ جدید میں سالانہ اِمتحانات منعقد ہوئے اور یکم رجب المرجب سے جامعہ میں سالانہ تعطیلات ہوگئیں۔

۶؍اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ''صد سالہ عالمی اجتماع بسلسلہ تاسیس جمعیۃ'' میں شرکت کی غرض سے اضاخیل نوشہرہ تشریف لے گئے۔

۱۲؍اپریل کو جمعیۃ علماء اسلام بنگلہ دیش کے نائب صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرب صاحب مدظلہم، ناظم تنظیم جمعیۃ شیخ الحدیث حضرت علامہ عبیداللہ صاحب فاروق، نائب ناظم جمعیۃ حضرت مولانا مسعود الکریم صاحب اور مرکزی ممبر جمعیۃ حضرت مولانا مفتی افضل حسین صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات فرمائی اور ناشتہ تناول فرمایا، دورانِ گفتگو پاکستان اور بنگلہ دیش کے باہمی اُمور اور عالمی حالات پر تبادلہ خیال ہوا، بعداَزاں جامعہ جدید کے اساتذہ کرام سے ملاقات فرمائی اور جامعہ کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور نہایت خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا اور جامعہ کی ترقی اور قبولیت کی دُعا فرمائی، بعداَزاں واپس تشریف لے گئے۔

۱۳؍اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب عمرہ کی ادائیگی کے لیے حجازِ مقدس تشریف لے گئے، ۳؍مئی کو کراچی ہوتے ہوئے ۵؍مئی کو لاہور واپس تشریف لائیں گے۔

۲۴؍رجب ۱۴۳۸ھ/ ۲۲؍اپریل ۲۰۱۷ء کو اِمتحانی مرکز جامعہ مدنیہ جدید میں وفاق المدارس کے سالانہ اِمتحانات منعقد ہوئے جس میں جامعہ کے کل 173 طلباء نے شرکت کی۔

یکم رشعبان المعظم ۱۴۳۸ھ/ ۲۹؍اپریل ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ سے حسبِ سابق جامعہ مدنیہ جدید

میں اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم نے دورۂ صرف ونحو کا آغاز کیا، ملک کے چاروں صوبوں سے آنے والے طلباء نے بڑی تعداد میں شرکت کی،۲؍جون کو دورہ کا اِختتام ہوگا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ/ ۲۹؍اپریل ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ سے جامعہ مدنیہ جدید میں علماء وطلباء کے لیے جامعہ کے فاضل مولانا ذیشان صاحب چشتی کی زیرنگرانی ''21 روزہ کمپیوٹر کورس'' کا آغاز ہوا جس میں ملک کے چاروں صوبوں سے آنے والے طلباء نے شرکت کی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

✿ ✿ ✿

بقیہ : اسلام اور فریضہ تبلیغ

پہلے گورنروں اور قدیم وائسرائیوں کا حکم آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے زمانہ میں منسوخ ہوجاتا ہے اور اس آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے حکم سے سرتابی کرنے والا امپائر (شہنشاہیت) کا باغی شمار کیا جاتا ہے اگرچہ وہ گزشتہ گورنروں کی تابعداری کا دم بھرتا ہو اِسی طرح نبی آخر الزماں کے آنے کے بعد پہلے پیغمبروں کے تمام احکام منسوخ ہوں گے اس کے حکم سے سرتابی کرنے والا خداوندی باغی اور مجرم قرار دیا جائے گا اگرچہ وہ دعوی کرتا ہو کہ میں خداوندی پرانے پیغمبر کا تابعدار ہوں، لہٰذا مسلمان چونکہ اس پیغمبر آخر الزماں کے تابعدار ہیں اس لیے حقیقی اصلاح اور واقعی شفاء فقط ان کے پاس ہے ان کا فریضہ تمام اقوام سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ وہ اقوامِ عالم اور تمام بنی نوعِ انسانی کی اصلاح اور شفا میں سب سے زیادہ اسی طرح کوشش کریں جس طرح اس ڈاکٹر اور حکیم کا سب حکیموں سے قوی فریضہ ہوتا ہے جو کہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اِس زمانہ میں موجودہ امراض میں صرف میری ہی دوا نفع دینے والی ہے دوسرے ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں ان امراض کے لیے شفا بخش نہیں۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
کاروانِ اقدس پرائیویٹ لمیٹڈ
GL # 2447
IATA
باکفایت
اور
بہترین
عمرہ
پیکج
کے لئے
کاروانِ اقدس
UMRAH 2017
عمرہ پیکج
1438
ڈاکٹر محمد امجد
0333-4249302
مولانا سید مسعود میاں
0345-4036960
خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید
۱۹ کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور
E-Mail: info@karwaneaqdastravel.com
Web: www.karwaneaqdastravel.com
فیض الاسلام (چیف ایگزیکٹو)
کمرہ نمبر ۱۱، سیکنڈ فلور، شہزادہ مینشن نزد شالیمار ہوٹل
بلیکن سٹریٹ صدر کراچی، پاکستان
Ph: 92-21-35223168,
Cell: 0321-3162221, 0300-9253957